ہفت روزہ

45

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

16 تا 22 ذوالحجہ 1431ء / 23 تا 29 نومبر 2010ء

اس شمارے میں

جینے والو تمہیں ہوا کیا ہے؟

قرآن مجید پر عمل کیسے ہو؟

اجتماعی توبہ کے عملی تقاضے (ii)

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام، رفقاء تنظیم کے نام

تنظیم اسلامی: تحریک اقامت دین کے سلسلۃ الذہب کی کڑی

سالانہ اجتماع: مقاصد اور ہماری ذمہ داریاں

''پاکستان کو درپیش مسائل اور اُن کا حل'' کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی رپورٹ

ڈرون قتل عام...... مغرب کا ضمیر جاگ اُٹھا

آگے بڑھو ساتھیو! آگے بڑھو

ڈاکٹر اسرار احمدؒ: حلقہ ہائے دروس قرآن کی ایک ممتاز شخصیت

انقلاب کے لیے کیسے لوگ درکار ہیں؟

یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ اب انسانیت کا مستقبل اسلام پر منحصر ہے۔ انسان کے اپنے بنائے ہوئے تمام نظریات ناکام ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کسی کے لیے کامیابی کا اب امکان نہیں ہے، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ دنیا بس مفتوح ہونے کے لیے تیار بیٹھی ہے۔ اسلام کی خوبیوں پر ایک وعظ اور اس پر ایمان لانے کے لیے ایک دعوت نامہ شائع ہونے کی دیر ہے، پھر ایشیا، یورپ، افریقہ سب مسخر ہوتے چلے جائیں گے۔ ایک تہذیب کا سقوط اس طرح اچانک نہیں ہوا کرتا —— دنیا کو اسلام کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ یہاں صحیح نظریہ موجود ہے۔ صحیح نظریہ کے ساتھ ایک صالح جماعت کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ایسے لوگ درکار ہیں جو اس نظریے پر سچا ایمان رکھتے ہوں۔ ان کو سب سے پہلے اپنے ایمان کا ثبوت دینا ہوگا۔ اور وہ صرف اسی طرح دیا جا سکتا ہے کہ وہ جس اقتدار کو تسلیم کرتے ہیں، اس کے خود مطیع بنیں۔ جس ضابطے پر ایمان لاتے ہوں، اس کے خود پابند ہوں۔ جس اخلاق کو صحیح کہتے ہیں، اس کا خود نمونہ بنیں۔ جس چیز کو فرض کہتے ہیں اس کا خود التزام کریں اور جس کو حرام کہتے ہیں اسے خود چھوڑ دیں۔ اس کے بغیر تو ان کی صداقت آپ ہی مشتبہ ہوگی کجا کہ کوئی ان کے آگے سر تسلیم خم کرے۔ پھر ان کو اس فاسد نظام تہذیب وتمدن وسیاست کے خلاف عملاً بغاوت کرنی ہوگی۔ اس سے اور اس کے پیرووں سے تعلق توڑنا ہوگا۔ ان تمام فائدوں، لذتوں آسائشوں اور امیدوں کو چھوڑنا ہوگا جو اس نظام سے وابستہ ہوں اور اِس راہ میں تمام نقصانات، تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا ہوگا۔ پھر انہیں وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو ایک فاسد نظام کے تسلط کو مٹانے اور ایک صحیح نظام قائم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس انقلاب کی جدوجہد میں اپنا مال بھی قربان کرنا ہوگا۔ اپنے اوقاتِ عزیز بھی صرف کرنے ہوں گے۔ اپنے دل ودماغ اور جسم کی ساری قوتوں سے بھی کام لینا ہوگا اور قید وجلاوطنی اور ضبط اموال اور تباہی اہل وعیال کے خطرات بھی سہنے ہوں گے اور وقت پر اپنی جانیں بھی دینی پڑیں گی۔ ان راہوں سے گزرے بغیر دنیا میں نہ کبھی کوئی انقلاب آیا ہے، نہ اب آ سکتا ہے۔

دعوت اسلامی
محمد الغزالی

الھدیٰ (441)

سورۃ التوبہ

(آیات:56 تا 59)

ڈاکٹر اسرار احمد

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝56 لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ
وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝57 وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝58
وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝59

’’اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہیں میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں، اصل یہ ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ اگر ان کو کوئی بچاؤ کی جگہ (جیسے قلعہ) یا غار و مغاک یا (زمین کے اندر) گھسنے کی جگہ مل جائے تو اُسی طرف رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ (تقسیم) صدقات میں تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اگر ان کو اس میں سے (خاطر خواہ) مل جائے تو خوش رہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جائیں۔ اور اگر وہ اس پر خوش رہتے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے ان کو دیا تھا، اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور اللہ اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر (اپنی مہربانی سے) ہمیں (پھر) دے دیں گے (اور) ہمیں تو اللہ ہی کی خواہش ہے (تو ان کے حق میں بہتر ہوتا)۔‘‘

وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں، ہماری بات کا اعتبار کیجیے، لیکن مسلمانو! یاد رکھو! حقیقت میں یہ تم میں سے نہیں ہیں، بلکہ اصل میں یہ خوفزدہ ہیں۔ چونکہ اب اسلام کا غلبہ ہو رہا ہے، اس لیے یہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے ہیں۔ اُن کا حال یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی پناہ گاہ یا غار یا سر گھسانے کی جگہ پالیں تو اسی کی طرف لوٹ جائیں گے اور اپنی رسیاں تڑالیں گے، جیسے کوئی جانور خوفزدہ ہو کر رسی تڑا کر بھاگتا ہے۔ ان منافقین کا خوف تو صرف اس وجہ سے ہے کہ دین اسلام جزیرہ نمائے عرب میں غالب آ گیا ہے، اب جائیں تو کہاں جائیں۔ اگر کہیں اور سر چھپانے کی جگہ ہوتی تو یہ ضرور وہاں بھاگ گئے ہوتے۔

اور اے نبیؐ! ان میں سے وہ بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم کے معاملے میں آپؐ پر الزام لگاتے ہیں۔ جب زکوٰۃ کا مال آتا تھا تو حضور ﷺ تقسیم فرماتے تھے۔ اس وقت جس کسی کو آپؐ نے مستحق سمجھا زیادہ دے دیا۔ ایسے ہی ایک موقع پر ایک منافق نے آپؐ کو ٹوک دیا اور کہنے لگا ”اِعْدِلْ یا محمد“ یعنی ’’اے محمدؐ عدل کیجیے‘‘۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کو غصہ آیا۔ آپؐ نے فرمایا: ((اِنْ لَّمْ اَعْدِلْ فَمَنْ يَّعْدِلُ)) ’’اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا‘‘۔ منافقین تو وہ لوگ ہیں کہ اگر آپؐ ان کے کھتے بھر دیں تو وہ راضی ہوتے ہیں اور اگر ان کو نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں اور غصہ سے لال پیلے ہو جاتے ہیں۔ بہتر تھا کہ جو کچھ انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا تھا، اس پر راضی رہتے اور کہتے، اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ بعد میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہمیں اپنے فضل سے نوازتے رہیں گے اور یہ کہ ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ اگر اس طرح کہتے تو کتنا اچھا ہوتا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

داعی الی اللہ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص (لوگوں کو) ہدایت کی طرف دعوت دے (اور وہ اس کی دعوت کو قبول کر کے صحیح راستہ پر چل پڑیں) تو اسے اس کے پیروکاروں کے ثواب کی مانند اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ اور جو شخص (لوگوں کو) گمراہی کی طرف دعوت دے تو اسے اپنے پیروکاروں کے گناہوں کی مانند بوجھ برداشت کرنا پڑے گا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے۔‘‘

تشریح: بے شک اللہ کی طرف دعوت دینے والے کا اللہ کے ہاں بہت بڑا مرتبہ ہے۔ داعیٔ حق کی کوششوں سے جو لوگ بھی راہِ حق پر چل پڑیں ظاہر ہے کہ وہ اجر اور ثواب کے مستحق ہیں لیکن داعی حق کو بھی ان کے برابر ثواب ہوگا۔ بالکل یہی حال کفر اور گمراہی کا ہے جو شخص کفر، گمراہی یا اللہ کی نافرمانی کی دعوت دے اور خلقِ خدا کو راہ راست سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرے تو وہ اللہ کے ہاں معتوب اور مجرم ہے۔ اسے اپنی غلط کاری کی سزا تو ملے گی ہی لیکن اس کے علاوہ اسے ان سب غلط کاروں کی مجموعی سزا بھی بھگتنی پڑے گی جو اس کی پیروی کرنے والوں کی دی جائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

جینے والو تمہیں ہوا کیا ہے!

''حسن اتفاق'' اور ''سوئے اتفاق'' انسان کی بنائی ہوئی اصطلاحات ہیں۔ اللہ رب العزت کے ہاں تمام معاملات طے شدہ ہوتے ہیں۔ کچھ بھی اتفاقاً وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ انسانوں کے بدلتے ہوئے ذہن اُن کے ٹوٹتے اور بنتے ہوئے ارادے درحقیقت اللہ کے طے شدہ فیصلوں کی طرف بڑھنے اور پہنچنے کے لیے ہی ہوتے ہیں۔ تنظیم اسلامی کی مرکزی قیادت سے مشورہ کے بعد امیر تنظیم اسلامی نے 2010ء کے سالانہ اجتماع کے لیے اوائل نومبر کی تاریخیں مقرر کی تھیں لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ اجتماع عیدِ قربان کے متصلاً بعد تک کے لیے ملتوی ہوگیا۔ تنظیم اسلامی کے اجتماع کا ملتوی ہوکر عیدِ قربان کے فوری بعد منعقد ہونا ایک واضح اشارہ ایک رہنمائی ہوسکتی ہے۔

حدیث مبارک ہے کہ آقائے نامدار ﷺ سے صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ، یہ قربانی کیا ہے، فرمایا: یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جان ہر انسان کی محبوب ترین شے ہے۔ لیکن بوڑھے باپ کے لیے جوان بیٹا اور وہ بھی جو نیکی اور سعادت مندی کا سمبل ہو، یقیناً اپنی جان سے لاکھوں گنا زیادہ عزیز ہوگا۔ انسان کے لیے اِس سے بڑی قربانی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ ہم رفقائے تنظیم اسلامی انبیاء کرام، اُن کے حوارین، صدیقین اور صالحین کے قدموں کی خاک سے بھی کمتر ہیں لیکن شاید اللہ رب العزت کی حکمتِ کاملہ میں وقت کی اِس تبدیلی سے ہمیں متوجہ کرنا مقصود ہے کہ کسی سطح پر ہی سہی اور کسی درجہ ہی سہی، رفقائے تنظیم اسلامی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ عظیم کام عظیم قربانیوں کا تقاضا کرتے ہیں۔ اقامت دین عظیم نہیں، وقت کا عظیم ترین فریضہ ہے۔ یہ وہ فریضہ ہے جس کی ادائیگی سے اور جس کے بارآور ہونے سے انسانوں کی عظیم اکثریت کے لیے نجات پالینا کتنا سہل ہوجائے گا۔ فلاح انسانی کے تمام دنیوی منصوبے اس عظیم پروگرام کے محض ایک جز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسا عظیم کام ٹھنڈے ٹھنڈے اور دھیرے دھیرے دنیوی نفع ونقصان کی میزان میں تول کرتے ہوئے ہرگز ہرگز ادا نہیں ہوسکتا۔ یہ کشتیاں جلانے کا معاملہ ہے۔ یہ سر پر کفن باندھنا ہے۔ یہ درست ہے کہ سب کے ایمان کا لیول یہ نہیں ہوتا کہ وہ کشتیاں جلادیں اور سروں پر کفن باندھ لیں۔ لیکن رفقائے تنظیم سن لیں اور یاد رکھیں بلکہ لکھ رکھیں کہ اُمت مسلمہ اور خصوصاً پاکستان کے جو حالات ہیں اگر ہم نے مشعلوں کو تیز نہ کیا، اگر ہم نے اقامت دین کی جدوجہد کے لیے تنظیمی ذمہ داریوں کے حوالہ سے غفلت اور سست روی کا انداز جاری رکھا تو جو قیامت پاکستان پر ٹوٹنا چاہتی ہے اس کے رفقائے تنظیم باقی مسلمانانِ پاکستان سے زیادہ ذمہ دار اور سزاوار ہوں گے۔

سینکڑوں بار رفقاء کی خدمت میں عرض کیا جاچکا ہے کہ اسلامی انقلاب کا برپا کرنا نہیں اُس کے لیے جدوجہد کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ آپ اپنی پوری صلاحیت، دیانت اور قوت کے ساتھ نظم بالا کے معروف احکامات پر سرِتسلیم خم کرتے ہوئے عمل کرتے جائیں، آپ کے لیے اسلامی انقلاب برپا ہوگیا، آپ کامیاب وکامران ہوگئے کہ حقیقی فلاح اور کامرانی تو اُخروی نجات ہے۔ ارکانِ اسلام کی ادائیگی اگر آپ کو عہد کی پاسداری نہیں سکھاتی، اگر طاغوتی نظام سے آپ کے دل میں نفرت پیدا نہیں کرتی، اگر ان فرائض کی ادائیگی انسانوں کو بدترین استحصالی نظام سے نجات دلاکر اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کی اُمنگ پیدا نہیں کرتی، اگر طاقتوروں کے ظلم و جبر اور کمزوروں کی محرومیاں اور مجبوریاں آپ کو خون کے آنسو نہیں رُلاتی، آخری اور اہم ترین بات یہ کہ رضائے الٰہی کا حصول اگر آپ کی زندگی کا مقصد نہیں بنتا تو پھر یقیناً اُن فرائض کی ادائیگی میں بھی کوئی کجی ہے، کوئی ٹیڑھ ہے۔ انگریزی میں بات شاید زیادہ بہتر سمجھ آجائے۔ Then something is wrong somewhere۔ آپ کو جو ذمہ داری تفویض کی گئی ہے اُسے ادا کریں، سب کچھ کرگزرنے کا ٹھیکہ نہ لیں۔ اصلاح کے لیے بُرے کاموں پر تنقید کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن سب سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالیں، سب سے پہلے اپنا احتساب کریں۔ اس بات کا

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 شمارہ 45
16 تا 22 ذوالحجہ 1431ء
23 تا 29 نومبر 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا.................. (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

خیال رکھیں کہ جس شخص کے کان تک اقامتِ دین کی اذان ہی نہیں پہنچی، جوشعوری طور پراس فریضہ سے آشنا ہی نہیں ہوا وہ ملاّ کی اذاں پرنماز پڑھ کرخود کو فارغ سمجھے گا تو کوئی ایسا غلط نہیں سمجھے گا اگر چہ ignorance of law is no accure ایک ایسا یونیورسل اصول ہے جو کسی قدر اسلامی اصولوں سے بھی ہم آہنگی رکھتا ہے، مگر پھر بھی اُس کی معافی تلافی کے بہت زیادہ امکانات ہیں۔ ہم کیا عذر پیش کریں گے؟ ہم نے تو باطل اور طاغوتی نظام کو جڑ اور بنیاد سے اکھیڑ پھینکنے کے لیے تن من دھن لگانے کا عہد کیا تھا۔ ہم نے ہجرت و جہاد کے لیے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا۔ ہم نے معروف کے دائرے میں ہر حکم ماننے کی قسم کھائی تھی۔ رفقائے محترم! ہم خوش قسمت ہیں کہ استحکام پاکستان اور ہماری اُخروی نجات کے لئے دینی ذمہ داریاں ایک ہی سمت میں محنت اور جانفشانی کا تقاضا کرتی ہیں، یعنی اگر پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہو جائے تو پاکستان نہ صرف ناقابل تسخیر ہو سکتا ہے بلکہ سپر پاور آف دی ورلڈ بن کر اُبھر سکتا ہے اور جو لوگ اسے اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں کردار ادا کریں گے، وہ اللہ کی رضا پا کر امر ہو جائیں گے۔ دنیا میں سرفراز ہوں گے اور جنت اُن کی منتظر ہوگی۔ بصورت دیگر سیکولر پاکستان میں ہم دلدل میں دھنستے چلے جائیں گے۔ ہم مکڑی کی طرح ایسا جال بُن لیں گے جس میں خود ہی پھنس کر ہلاک ہو جائیں گے یا ہم دہشت گردی کے نام پر لڑی جانے والی جنگ میں ایک دوسرے کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔

رفقائے محترم! وقت کم ہے اور مقابلہ سخت۔ عالم کفر ہمارے خلاف ایک وحدت کی صورت اختیار کر چکا ہے اور ہم پر آخری اور فیصلہ کن وار کرنے کے لیے عذر ڈھونڈ رہا ہے۔ حالات کا بغور جائزہ لیں، پانی سر سے گزرنے کو ہے، فیصلہ کیجئے دل یا شکم۔ اس سالانہ اجتماع میں صف بستہ ہو کر دیگر رفقاء سے کاندھے سے کاندھا ملا کر اس عہد کو تازہ کریں کہ میرے رب نے اقامت دین کی جو جہد و جہد مجھ پر فرض کی ہے، اُسے اپنے دنیوی اُمور پر ترجیح دوں گا۔ میں دین کی دعوت جس قدر ہو سکا، خاص و عام تک پہنچاؤں گا اور ایسے مثالی نظم کا مظاہرہ کروں گا کہ حکم ملنے پر قدم بڑھاؤں گا اور حکم ملنے پر رک جاؤں گا۔ فی الحال آپ کو صرف یہ کرنا ہے کہ بالائی نظم کی طرف سے تفویض کردہ ذمہ داری کو پوری سنجیدگی، دیانت داری اور خلوص سے نبھائیں۔ ہمیں اللہ نے اِس آزمائش میں فی الحال نہیں ڈالا کہ تخت یا تختہ کے فیصلہ کن معرکہ کے لیے میدان میں کود جائیں۔ بعض رفقاء یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ چھوٹے موٹے احکامات کی پابندی کرنے یا نہ کرنے سے کیا فرق پڑے گا، ہم لنگوٹ اُس وقت باندھیں گے جب اقدام کا مرحلہ آئے گا — ہم سمجھتے ہیں یہ صد فی صد خود فریبی ہے، یہ عذرِ لنگ ہے۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں جو رفقاء آج اس سطح پر احکامات کی تعمیل میں لیت و لعل کر رہے ہیں وہ وقت آنے پر بھی خوبصورت عذر تراش لیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک آپ اپنے آپ کو اطاعت کا خوگر نہ بنالیں اور جب تک آپ کے اندر اپنے مشن کے حوالے سے جنون کی کیفیت پیدا نہ ہو جائے، عذرات تراشے جاتے رہیں گے۔ یہ سب کچھ اکھاڑے میں اترنے سے پہلے مشق کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرائن بتاتے ہیں کہ ہم مستقبل قریب میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہونے والے ہیں۔ رفقائے گرامی! بدقسمتی سے ہمارے حکمران عالم کفر کے فرنٹ لائن یعنی صفِ اول کے اتحادی بنے ہوئے ہیں۔ دشمن اُسے تہذیبوں کی جنگ قرار دیتا ہے، اور بالکل درست قرار دیتا ہے۔ اگر دشمن تہذیب جیت گئی تو ہمیں خنجر کی نوک پر اپنی تہذیب اپنانے اور باطل کو حق اور طاغوت کو اسلام کہنے پر مجبور کیا جائے گا۔ قرآئن بتاتے ہیں کہ ہمارے سیاسی لیڈر یہ سب کچھ تسلیم کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں اور یہی دجالی قوت کا زوردار مطالبہ ہوگا جو پوری قوم سے کیا جائے گا۔ ہم مایوس نہیں ہیں لیکن اللہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے والوں کی مدد نہیں کرتا۔ وہ اُن کی مدد کرتا ہے جو خود اپنی مدد کرتے ہیں۔ رفقائے محترم! طاغوتی نظام کے زیر تسلط زندگی کیا زندگی ہے۔ یہ جینا کیا جینا ہے۔ کفر اور طاغوت کو ذہن میں مستحضر رکھتے ہوئے اِس شعر پر غور کیا کریں ؂

اس کے عہدِ شباب میں جینا
جینے والو تمہیں ہوا کیا ہے

بیانیہ مجلس اسرار

قرآن مجید پر عمل کیسے ہو؟

قرآن سے استفادے کی صحیح صورت صرف یہ ہے کہ اس کا جتنا جتنا علم وفہم انسان کو حاصل ہو، آدمی ساتھ کے ساتھ اِسے اپنے اعمال وافعال، عادات واطوار اور سیرت و کردار کا جزو بناتا چلا جائے اور اس طرح قرآن مجید مسلسل اس کے 'خُلق' میں سرایت کرتا چلا جائے۔ یہاں یہ وضاحت البتہ ضروری ہے کہ ''عمل بالقرآن'' کے دو پہلو ہیں: ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی۔ قرآن مجید کے ایسے تمام احکام جو انسان کی انفرادی و نجی زندگی سے متعلق ہوں یا جن پر عمل کا اختیار اسے فی الفور حاصل ہو ان کو بجالانے پر ہر انسان اسی دم مکلف ہو جاتا ہے جس دم وہ اس کے علم میں آئیں اور ان کے معاملے میں تاخیر و تعویق کا کوئی جواز سرے سے موجود نہیں ہے۔ ایسے احکام کی اطاعت وتعمیل میں کوتاہی وہ جرم عظیم ہے جس کی سب سے بڑی سزا خذلان اور سلبِ توفیق کی شکل میں ملتی ہے، حتیٰ کہ قول وکردار اور علم وعمل کا یہ فرق وتفاوت اور ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ'' کی یہ کیفیت بالآخر نفاق پر منتج ہوتی ہے۔ یہی حقیقت ہے جو آنحضور ﷺ کے اس قولِ مبارک میں بیان ہوئی کہ ''میری امت کے منافقین کی سب سے بڑی تعداد قراء کی ہے۔'' (مسند احمد) لہٰذا اسلامتی کی راہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ قرآن کا جس قدر علم بھی انسان کو حاصل ہو اس پر حتی الامکان فوری طور پر عمل شروع کر دے۔

رہے دوسری قسم کے احکام یعنی وہ جو ایسے اجتماعی معاملات سے متعلق ہوں جن پر ایک فرد کو کلی اختیار حاصل نہیں ہوتا تو ان کے بارے میں ظاہر ہے کہ ہر شخص بجائے خود مسئول ومکلف نہیں ہوتا۔ اگر چہ وہ اس پر ضرور مکلف ہے کہ اپنی امکانی حد تک حالات کو بدلنے اور ایسا اجتماعی ماحول برپا کرنے کی سعی وجہد کرے جس میں پورے کا پورا قرآن سمویا جاسکے اور اس کے تمام احکامات کی مکمل تنفیذ کی جاسکے۔ ان حالات میں اس کی یہ کوشش اور جدوجہد ''مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ'' اور ان اجتماعی احکامات کی بالفعل تعمیل کی قائم مقام ہو جائے گی۔ لیکن اگر انسان ایسی جدوجہد بھی نہ کرے اور مطمئن ہو کر بس اپنی زندگی کی بقا اور اپنے بال بچوں کی پرورش میں لگا رہے تو اس صورت میں سخت خطرہ ہے کہ قرآن کے انفرادی و نجی نوعیت کے احکام پر عمل بھی ''اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ'' کے مصداق گردانا جائے۔

اجتماعی توبہ کے عملی تقاضے

29 اکتوبر 2010ء کو مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا خطابِ جمعہ

[گزشتہ سے پیوستہ]

توبہ محض زبان سے گناہوں سے معافی مانگنے کا نام نہیں، بلکہ اس کے کچھ عملی تقاضے ہیں، جنہیں پورا کیا جانا ضروری ہے۔ تب ہی یہ صحیح معنوں میں توبہ کہلائے گی۔ ہم اہل پاکستان اس وقت بحرانوں کی زد میں ہیں اور زبوں حالی اور شکستگی کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں مختلف عذابوں کے ذریعے جھنجھوڑا جا رہا ہے، تاکہ ہم جاگیں اور اللہ کی طرف رجوع کریں۔ بحیثیت قوم اگر ہم توبہ کے تقاضے پورے کرنے کا تہیہ کر لیں تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دستگیری فرمائے گا۔ اور جب اللہ تعالیٰ ہماری مدد کو آ جائے تو پھر ہمیں امریکہ یا کسی بھی دوسری طاقت سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر ہم پر کوئی بھی غالب نہیں آ سکتا۔ ظاہر ہے، اللہ کی یہ مدد اللہ کی وفاداری سے مشروط ہے۔ جب ہم اللہ سے وفاداری کریں گے، اُس کے دین کا علم بلند کریں گے تب ہی ہمیں اُس کی معیت اور مدد حاصل ہوگی۔ لیکن اگر ہم نے اپنے کردار و عمل کی اصلاح نہ کی، خود کو تبدیل نہ کیا، انفرادی اور اجتماعی سطح پر ایک مسلمان کی سی زندگی گزارنے کا تہیہ نہ کیا تو پھر اللہ کی مدد سے محروم رہیں گے اور نتیجتاً ہم اللہ کے عذابوں کی زد میں ہوں گے اور کوئی بھی طاقت ہماری مدد نہیں کر سکے گی۔ ہمارے لیے نجات کا راستہ ایک ہی ہے کہ اللہ کو راضی کریں، پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں۔ یہ ملک ابتدا ہی سے بحرانوں کا شکار رہا ہے۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم نے دین کا راستہ اختیار نہیں کیا، ہم نے نفاذِ اسلام کا وہ وعدہ پورا نہیں کیا جو تحریک پاکستان کے زمانے میں اللہ سے کیا تھا۔ ہم نے اس کی بجائے وعدہ خلافی کی۔ اسلام کی بجائے دنیا پرستی اور زر پرستی کو اپنا شعار بنایا۔ ہمارے دشمنوں نے اس صورتحال سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ بہرکیف ہمارے لیے نجات کی صورت اجتماعی توبہ ہے۔

جب ہم اجتماعی توبہ کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سب لوگ ایک میدان میں جمع ہو کر استغفار کریں۔ نہیں بلکہ قوم کے افراد کی ایک قابل ذکر تعداد اُن جرائم سے تائب ہو، جن کی ہمیں سزا مل رہی ہے۔ ایسا کرنے سے ہی اللہ کی رحمت ہمارے شاملِ حال ہوگی، اُس کی مدد آئے گی اور ہمارے حالات بدلیں گے۔ بقول جگر مراد آبادی ؎

چمن کے مالی اگر بنا لیں چمن کے موافق شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

اب سوال یہ ہے کہ توبہ کے عملی تقاضے کیا ہیں؟

ان کا بیان سورۃ الفرقان میں ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ﴾ (آیت: 70)

”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ توبہ کا پہلا تقاضا گناہ اور نافرمانی پر شدید احساس ندامت ہے کہ پروردگار، ہم سے جرائم ہوئے ہیں، ہم سے تقصیرات ہوئی ہیں، ہم نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر تیرے دین سے بے وفائی کی ہے۔ ہم اس غلطی کا بھرپور اعتراف کرتے ہیں، تو ہمیں معاف فرما دے۔ یہ ہے زبان سے توبہ کا اظہار۔ دوسرا تقاضا تجدید ایمان اور تجدید عہد ہے۔ دیکھیے، جب ہم گناہ کرتے ہیں تو ایمان کے عملی تقاضوں کی ادائیگی میں ہم سے کوتاہی ہو رہی ہوتی ہے۔ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر ہر معاملے میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی بات مانیں، انہی کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں۔ گناہ کا ارتکاب کرتے وقت ہم اس تقاضے سے انحراف کرتے اور اس کے برعکس راستے پر چلتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی احساس ندامت پیدا ہو جائے اور آدمی اللہ کی طرف رجوع ہو تو تجدید عہد اور مصمم ارادہ ہو کہ آئندہ میں اِن غلطیوں کا ارتکاب نہیں کروں گا۔ یہ چیز بہت ضروری ہے۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ توبہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، لیکن گناہوں کو چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ اپنی زندگی کو بدلنے اور اُسے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھالنے کی نیت نہیں ہوتی، الا ماشاء اللہ۔ حالانکہ یہ توبہ نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام شجر ممنوعہ کا پھل کھانے کے بعد جب نادم ہوئے تو یہ نہیں ہوا کہ پھل بھی کھاتے رہیں اور ساتھ ساتھ استغفار کی تسبیحیں بھی پڑھتے رہیں۔ نہیں، بلکہ پھر انہوں نے اُدھر مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ تیسرا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے عمل کی اصلاح کرے۔ بعض اوقات عزم مصمم بھی ہوتا ہے، مگر قوت ارادی کمزور ہوتی ہے اور آدمی اپنے عمل کو درست نہیں کر پاتا، تاہم اصلاح کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ اگر آدمی سنجیدہ کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی مدد فرمائے گا۔ اصلاح احوال کے بعد اگر آدمی سے پھر کوئی کوتاہی یا تساہل ہو جائے، تو چاہیے کہ پھر اسی جذبۂ صادق کے ساتھ اللہ کی طرف پلٹے۔ بہرحال توبۃ النصوح کے لیے اصلاح شرط ہے۔ توبہ کے بعد فی الواقع قبلہ درست ہونا چاہیے۔ زندگی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں گزرنی چاہیے۔ پہلے اگر دنیا مقدم تھی،

نفسانی خواہشات عزیز تھیں تو اب اللہ اور رسول ﷺ کا حکم مقدم ہو۔

انفرادی طور پر بچی توبہ یہ ہوگی کہ بندہ طے کرے کہ آئندہ میری پوری زندگی اللہ کی اطاعت میں بسر ہوگی۔ میں اسلام میں پورا داخل ہونے کا تقاضا پورا کروں گا اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے اجتناب کروں گا، کہ وہ میرا کھلا دشمن ہے۔ وہ مجھے گناہ اور سرکشی کی طرف بلاتا ہے، میں آئندہ اُس کی پیروی نہیں کروں گا۔ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو ہماری زندگی کا بڑا حصہ شیطان کے نقش قدم پر چلنے میں بسر ہوتا ہے۔ چاہے انفرادی زندگی ہو چاہے اجتماعی، ہم شیطان کے راستے پر بگٹٹ دوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ شیطان بُرے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ فحاشی و عریانی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمارے ہاں فحاشی و عریانی کے جو مظاہر دکھائی دیتے ہیں، جو خوفناک کرپشن ہے (ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق پاکستان نے کرپشن میں سات درجے اور ترقی کرلی ہے۔ اب کرپٹ ترین ممالک کی فہرست میں ہم 34 ویں نمبر پر آگئے ہیں) اس کا راستہ ہمیں شیطان ہی نے دکھایا ہے۔

توبہ کا اجتماعی تقاضا یہ ہے کہ مسلمان شریعت کی تعمیل کے ساتھ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے نفاذ کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ ہم اہل پاکستان کا حال یہ ہے کہ ملک کی آبادی کا 97 فی صد حصہ مسلمان ہونے اور 63 سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ہم نے شریعت نافذ نہ کی اور اللہ سے بغاوت کا وطیرہ اپنایا ہوا ہے۔ یہ ہمارا بہت بڑا جرم ہے۔ اس جرم کے ازالہ کی صورت یہ ہے کہ ہر کلمہ گو غلبۂ دین حق کی اجتماعی جدوجہد میں شریک ہو۔ یہ کام اجتماعیت کا تقاضا کرتا ہے۔ فرد اکیلا یہ کام نہیں کرسکتا۔ افراد کا کام یہ ہے کہ جو جماعتیں اس مقصد کے لیے کام کر رہی ہیں، اُن کا ساتھ دیں۔ سورۃ التوبہ (آیت: 111) میں فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے جان و مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔ وہ (دین کی اقامت کے لیے) اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔" دین کا غلبہ نبوی مشن ہے، جسے آپؐ کے بعد آپؐ کے صحابہؓ نے آگے بڑھایا۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ رب سے اجتماعی وفاداری کا تقاضا پورا کرنے کے لیے دین کو غالب اور شریعت کو نافذ کرنے کے لیے اپنی جان و مال لگا دیں۔ اپنی صلاحیتوں اور اوقات کا ایک حصہ اس کام کے لیے وقف کردیں۔ اللہ کی مدد و نصرت اسی کام سے مشروط ہے۔ سورۂ محمدؐ میں فرمایا: "اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔" یعنی اگر تم غلبہ دین حق کے عظیم مشن کے لیے جدوجہد کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ آج ہمارے قدموں تلے سے زمین نکل گئی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اس عظیم ذمہ داری کو بھلا بیٹھے ہیں۔ ہمارا مشن تو کل روئے ارضی پر دین کو نافذ کرنا ہے، مگر ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے اپنے خطوں میں بھی شریعت نافذ نہ کی۔ ہم

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

ملک میں بڑھتی ہوئی بدعنوانی اور کرپشن دنیا پرستی اور آخرت سے غفلت کا نتیجہ ہے

کرپٹ حکمرانوں کا ہاتھ نہ روکا گیا تو ملک دیوالیہ ہوجائے گا

ملک میں بڑھتی ہوئی بدعنوانی اور کرپشن دنیا پرستی اور آخرت سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے جامع مسجد قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان سٹیل مل میں 26 ارب روپے کی کرپشن کے خلاف سپریم کورٹ کی کارروائی میں حکومت کی طرف سے نہ صرف رکاوٹیں کھڑی کی جارہی ہیں بلکہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سپریم کورٹ سے استدعا کی گئی ہے کہ اس حوالہ سے تحقیقات روک دی جائیں۔ انہوں نے کہا کہ چینی کے نرخ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں جو دراصل حکومت اور فرینڈلی اپوزیشن کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ ہے، کیونکہ ملک میں بیشتر شوگر ملیں زرداریوں اور شریفوں کی ہیں۔ اُنہوں نے اِس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ حکومتی بدعنوانی کی دست بُرد سے حجاج کرام بھی محفوظ نہیں رہے۔ اُنہیں حرم سے دور انتہائی مہنگی رہائش گاہیں فراہم کی گئی ہیں جس پر نہ صرف اہل پاکستان بلکہ سعودی شہزادے نے بھی صدائے احتجاج بلند کی ہے اور سپریم کورٹ آف پاکستان سے اس کرپشن کا نوٹس لینے کو کہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ کرپٹ حکمرانوں کا ہاتھ نہ روکا گیا تو ملک دیوالیہ ہوجائے گا۔ (پریس ریلیز: 05/نومبر 2010ء)

ریفارمڈ جی ایس ٹی سے سونامی سے بڑھ کر مہنگائی کا طوفان برپا ہوگا

حکمرانوں کو بدلنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے رائج الوقت فرسودہ اور گلے سڑے نظام کو بدلنا ہوگا

ریفارمڈ جی ایس ٹی مہنگائی کا جو طوفان برپا کرے گا اُس کے لیے سونامی کا لفظ بھی معمولی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور کی مسجد جامع القرآن میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہماری اعلیٰ ترین سیاسی قیادت شوگر مافیا کا روپ دھار کر غریب عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ غریب عوام پر ناروا ٹیکسوں کی بھرمار کرکے وزراء کی فوج ظفر موج کو پالا جارہا ہے۔ وزیراعظم ہاؤس کی تزئین و آرائش پر گزشتہ چھ ماہ میں کروڑوں روپے صرف کردیے گئے ہیں۔ انسانی بنیادی ضروریات اتنی مہنگی ہوچکی ہیں کہ عوام خودکشیوں پر مجبور ہوگئے ہیں لیکن حکمرانوں کے اللّے تللّے جاری ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ حکمرانوں کو بدلنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے رائج الوقت اِس فرسودہ اور گلے سڑے نظام کو بدلنا ہوگا۔ دہشت گردی کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ سی آئی اے، را اور موساد اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے کروا رہے ہیں۔ ہمیں دوست اور دشمن کی پہچان کرنا ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے تمام مسائل کا حل یہ ہے کہ ہم موجودہ فرسودہ اور ازکار رفتہ نظام کا خاتمہ کرکے اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کریں تاکہ اُس سنہری دور کی یاد تازہ ہوجائے جس میں صاحب نصاب زکوٰۃ لیے پھرتا تھا اور لینے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔

(پریس ریلیز: 12/نومبر 2010ء)

(جاری کردہ مرکزی: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

اہلِ پاکستان اپنا جائزہ لیں۔ ہم اس ملک میں غالب اکثریت رکھتے ہیں، ہمارے حکمران مسلمان ہیں، یہاں اقتدار ہمارا اپنا ہے، مگر ان تمام تر باتوں کے باوجود ہم نے شریعت کو قائم نہیں کیا۔ یہ ہمارا وہ جرم ہے جس کے سبب اللہ کی پھٹکار کا شکار ہیں۔ مسلمانانِ عالم پر ذلت و رسوائی کا عذاب مسلط ہے۔ اسلام دشمن صلیبی وصیہونی جنونیوں کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے خاکے بنانے اور چھاپنے کی شیطانی حرکات بھی اصل میں ہماری رسوائی کا سامان ہیں۔ اپنی اِن گھناؤنی حرکتوں سے کفار نبی کریم ﷺ کے مقامِ رفیع کو کم نہیں کر سکتے، البتہ یہ ہمارے لیے پھٹکار ہے۔ وہ ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ دیکھو، ہم تمہارے نبی کی شان میں گستاخی کر کے تمہیں ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور تم ڈیڑھ ارب سے بھی زائد ہو کر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہم اہلِ پاکستان بالخصوص اور اہلِ عالم اسلام بالعموم اس صورتحال سے چھٹکارا کیسے حاصل کریں، اس کا ذریعہ اللہ کے دین کا غلبہ وقیام ہے۔ اس وقت زمین پر باطل قوتوں کا تسلط اور غیر اللہ کی حاکمیت ہے۔ یہ قوتیں اللہ کے دین کو غالب نہیں ہونے دینا چاہتیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ غلبۂ دین کی جدوجہد میں سردھڑ کی بازی لگا دیں۔ اگر ہم فی الواقع اللہ کے وفادار بننا چاہتے ہیں تو اس مشن کے لیے بھرپور محنت ضروری ہے۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ غلبۂ دین کے لیے بہت سی جماعتیں کام کر رہی ہیں، ہم کس کا ساتھ دیں۔ اگر ہم غور کریں تو اس کا جواب زیادہ مشکل نہیں۔ والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی شے کی واقعی ضرورت ہو تو آدمی اُسے تلاش کرتا ہے۔ ہمیں ایک جوتا بھی خریدنا ہو تو اس کے لیے دس دکانیں دیکھتے ہیں، پھر جا کر جوتا خریدتے ہیں۔ اگر ہم دین اور اس کے غلبہ کی جدوجہد کو ضروری جانیں، اگر فی الواقع ہمیں یہ معلوم ہو کہ اللہ سے وفاداری کا تقاضا اُس کے دین کے قیام کی جدوجہد ہے تو پھر ہم اس مقصد کے لیے ضرور کوئی نہ کوئی جماعت تلاش کریں اور یہ دیکھیں کہ کون سی جماعت اس کام کے لیے موزوں ہے۔

جماعت کے انتخاب کے لیے ہمیں چند باتیں پیشِ نظر رکھنی چاہئیں۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ جماعت مسلک سے بالاتر ہو۔ اُس کا ہدف غلبہ واقامتِ دین ہو، محض جزوی اصلاح نہ ہو۔ اُس کا منہج قرآن و سنت کے اصولوں سے قریب تر ہو۔ جماعت کی تنظیمی اساس اسلامی اصولوں پر استوار ہو، مغربی جمہوریت کی طرز پر نہ ہو۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی دیکھی جائے کہ جماعت کی قیادت کا ہدف فی الواقع دین کا غلبہ نظر آتا ہے، یا وہ دین کے لبادے میں دنیا بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ جماعت کے قائدین کے قریب ہو کر دیکھیں کہ جس بات کا وہ دعویٰ کر رہے ہیں، اُس میں واقعی وہ مخلص بھی دکھائی دیتے ہیں یا نہیں۔ ان باتوں کے جائزے کے بعد جس جماعت کے بارے میں اطمینان ہو، آدمی اُس میں شامل ہو جائے، اور اُس کا دست و بازو بنے۔ اللہ نے ہمیں یہ صلاحیتیں، یہ مال و دولت، یہ جسم و جان کی قوتیں اس لیے نہیں دیں کہ انہیں دنیا بنانے کے لیے وقف کر دیں، بلکہ یہ ہمارے پاس اللہ کی امانت ہیں اور اس لیے دی ہیں کہ انہیں اللہ کے دین کے غلبہ کے عظیم مشن میں لگائیں۔

ہمیں یہ بات مستحضر رکھنی چاہیے کہ غلبۂ دینِ حق کی جدوجہد کے فریضہ کی ادائیگی مسلمانوں کی دنیا میں سربلندی وکامرانی کا ذریعہ ہے ہی، اُخروی فوز وفلاح کا بھی یہی راستہ ہے۔ اِسی راستہ پر چل کر جنت حاصل ہو سکتی ہے۔ دنیا تو دارالامتحان ہے۔ اللہ یہاں ہمیں آزما رہا ہے کہ کتنے پانی میں ہیں۔ اگر ہم دین کے ساتھ وفاداری کریں گے، رسول کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو اختیار کریں گے تو امتحانِ زندگی میں کامیاب ہوں گے اور ہماری عاقبت سنور جائے گی۔ ظاہر ہے، یہی اصل کامیابی ہے اور یہی ہمارا مقصود و مطلوب ہونا چاہیے۔

آخری بات!

اگر مسلمانانِ پاکستان نے اجتماعی توبہ نہ کی، نفاذِ شریعت کے لیے کوشاں نہ ہوئے، بحیثیت مجموعی قوم کی ایک معتدبہ تعداد نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو پھر اندیشہ ہے کہ نہ صرف عذاب کی موجودہ حالت برقرار رہے گی، بلکہ ہمارے حالات بد سے بدتر ہو جائیں گے۔ ہمارے دشمن بہت عرصے سے پاکستان کی تباہی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے اپنی بداعمالیوں سے اُن کے لیے اُن کے خوابوں کی تعبیر کا سامان فراہم کر دیا ہے۔

میں پھر عرض کر دوں، ہمارا اصل مسئلہ دنیا نہیں آخرت ہے۔ لہٰذا ہمیں کسی اور کا انتظار کیے بغیر اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا ہے۔ خود بھی دین پر عمل پیرا ہونا ہے اور اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے لیے جدوجہد بھی کرنا ہے۔ ہم آج ہی سے یہ طے کر لیں کہ بہر صورت یہ کام کریں گے۔ اللہ مجھے اور آپ کو ایمان اور توبہ کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

شعبہ مطبوعات قرآن اکیڈمی لاہور کی تازہ ترین پیشکش

اسلام کیا ہے؟
ایمان کی حقیقت کیا ہے؟......اور
احسان سے کیا مراد ہے؟

اِن سوالوں کی وضاحت پر مشتمل

بانیٔ تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فکر انگیز خطاب

”اسلام، ایمان اور احسان
حدیثِ جبریلؑ کی روشنی میں“

کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے

☆ عمدہ طباعت ☆ دیدہ زیب ٹائٹل ☆ صفحات: 72 ☆ قیمت: 50 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور۔
فون: 3-042-35869501
email: maktaba@tanzeem.org

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام......رفقائے تنظیم کے نام

تنظیم اسلامی کا یہ کُل پاکستان اجتماع دو سال کے وقفے کے بعد منعقد ہورہا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ برس ہم نے بہاولپور کے علاقے میں اجتماع کا پروگرام بنایا تھا، لیکن ہماری پوری خواہش اور کوشش کے باوجود، سالانہ اجتماع منعقد نہ ہو سکا تھا۔ ما شاء الله کان وما لم یشأ لم یکن۔ گزشتہ سال کے تلخ تجربات کو مدنظر رکھتے ہوئے باہم مشاورت سے ہم نے اللہ کی تائید و توفیق سے اس سال بہاولپور کی بجائے فردوسی فارم سادھوکی ہی میں اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کیا، جہاں اس سے قبل مسلسل کئی سال اجتماعات کا انعقاد ہوتا رہا۔ بحمد اللہ تنظیم کے موجودہ حجم اور رفقاء کی متوقع تعداد کے پیش نظر سالانہ اجتماع کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ اس فیصلے کی تفصیلات یقیناً آپ تک پہنچ چکی ہوں گی۔ بہر کیف، ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہوگا، السعی منا والاتمام من الله۔ میں اپنے تمام واجب الاحترام رفقاء و احباب کو اس اجتماع میں تشریف آوری پر اپنی جانب سے اور مرکزی ذمہ دارانِ تنظیم کی جانب سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ اَھْلاً وَّ سَھْلاً

رفقاء محترم! ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ یہ اجتماع دراصل ان بندگانِ خدا کا اجتماع ہے جو "یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ" کے جذبے سے سرشار، ربّ کی رضا جوئی اور اخروی نجات و فلاح کی خاطر اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا عزم لے کر، اللہ سے تجدید عہد وفا کر کے شریکِ قافلۂ تنظیم ہوئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اپنے وجود پر اللہ کے دین کو قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ملک و قوم اور ریاست و حکومت کی سطح پر بھی اللہ کی حاکمیت کے نظام کو قائم کرنے کی جہد مسلسل کرنا، اور اس راہ میں حائل باطل نظریات، باطل نظام اور باطل قوتوں سے ہر سطح پر پنجہ آزمائی کرنا ہمارے ایمان کا لازمی تقاضا اور نہایت اہم دینی فریضہ ہے۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداری کا امتحان پاس کرنے کے لئے ان تمام مراحل سے عزم و ہمت کے ساتھ گزرنا اور اس راہ کی مشکلات و تکالیف پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا ناگزیر ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

یہ اجتماع، تاریخ کے ایک ایسے نازک موڑ پر منعقد ہو رہا ہے جبکہ وہ ابلیسی اور دجالی قوتیں جو عرصۂ دراز سے اسلام کو مٹانے اور بالخصوص ملک خداداد پاکستان کے حصے بخرے کرنے کا خواب دیکھ رہی تھیں اور نائن الیون کے بعد سے اپنے اس ناپاک ایجنڈے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے بھرپور طور پر سرگرم عمل تھیں، انہیں اپنی کامیابی اب بہت نزدیک نظر آنے لگی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اولاً ہمارا یہ قومی جرم بھی کم نہیں تھا کہ قیام پاکستان کے بعد 64 سالوں میں بھی ہم یہاں اللہ کے دین کو قائم اور شریعت کو نافذ نہ کر سکے۔ اس پر مستزاد، نائن الیون کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی قیادت میں عالمی صلیبی جنگ کا ہراول دستہ بن کر ہم نے بحیثیت قوم جس جرم عظیم کا ارتکاب کیا تھا اس کے خوفناک نتائج و عواقب اب ہمارے سامنے ہیں۔ افغانستان میں امریکہ نے ہمارے تعاون سے جنگ کی جو آگ بھڑکائی تھی وہ اب عذاب الٰہی بن کر پاکستان کے دامن تک آ پہنچی ہے! اور اس کے پیرہن کو خاکستر کیے دے رہی ہے۔ امریکہ کے غلام اور اس کے در کے بھکاری بن کر ہم نے امریکہ کے دباؤ کے تحت ہر وہ کام کیا ہے جو ہمارے جسد ملی کو کمزور کرنے، عوام اور فوج کے درمیان نفرت کی خلیج حائل کر کے ملک و قوم کا شیرازہ بکھیرنے کا موجب بن سکتا ہو۔ تخریب کاروں کی بیخ کنی کی آڑ میں بعض ناپسندیدہ عناصر کے ساتھ ساتھ اپنے ہی نہتے شہریوں، بے گناہ عوام اور دین و شریعت کے وفاداروں کو خاک و خون میں غلطاں کر کے گویا امریکی آستانے پر بے گناہوں کے خون کا نذرانہ پیش کر کے ہم نے نہ صرف ملک کو خانہ جنگی کی طرف بڑی کامیابی کے ساتھ دھکیل دیا ہے بلکہ اپنے ازلی دشمن بھارت کے لئے بھی ہم موقع فراہم کر رہے ہیں کہ وہ ہماری اس داخلی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر مسلمانان برصغیر سے اپنی ہزار سالہ غلامی کا بدلہ چکائے۔ چنانچہ آج پاکستان کے دشمن خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں کہ پاکستان کو حصے بخرے کرنے کے ناپاک عزائم کی تکمیل کا وقت انہیں اب بہت قریب دکھائی دینے لگا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجام بد سے محفوظ رکھے، آمین۔

بچاؤ کا واحد راستہ وہی ہے جس کی طرف تنظیم اسلامی گزشتہ ثلث صدی سے قوم کو متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے یعنی اجتماعی توبہ، قومی سطح پر قبلے کی درستگی اور غلبہ و اقامت دین کی اجتماعی جدوجہد کی طرف قوم کے ایک قابل ذکر حصے کا متوجہ ہونا، تا کہ ہم رب کی رحمت و نصرت کے امیدوار بن سکیں۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو تیز کریں، اللہ سے گڑگڑا کر عفو و عافیت اور ملک و قوم کی سلامتی کی دعائیں مانگیں اور قوم کو جگانے کی خاطر دعوت کے عمل کو بھرپور طور پر آگے بڑھائیں اور اس سالانہ اجتماع میں شرکت کے خداداد موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے "اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں" کے سے جذبے کے ساتھ دین کی شہادت و اقامت کے اس مبارک کام کو تیز تر کرنے کی خاطر اک ولولۂ تازہ لے کر اجتماع گاہ سے رخصت ہوں۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِھٰذَا (آمین یا رب العالمین)

احقر عاکف سعید عفی عنہ

تنظیم اسلامی:

تحریک اقامتِ دین کے ''سلسلۃ الذھب'' کی ایک کڑی!

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع 2008ء کے موقع پر بانیٔ تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کی یادگار تحریر

O اسلام آفاقی دین ہے۔ اس لیے کہ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کے مطابق پوری کائنات پر اللہ کی تکوینی حکومت قائم ہے، اور ﴿لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾ کے مطابق آسمانوں اور زمین کی ہر شے تکوینی طور پر اس کے سامنے سرِ تسلیم واطاعت خم کیے ہوئے ہے!

O اللہ نے آدمؑ اور اس کی اولاد کو زمین کی خلافت عطا فرمائی تا کہ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کی تشریعی حکومت یعنی نظامِ خلافت قائم کریں!

O ساتھ ہی خلق کی ہدایت کے لیے نبوت اور رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا — جو ہزاروں سال پر محیط ارتقائی عمل سے گزر کر بالآخر محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اطہر ومبارک پر نبوت ورسالت دونوں کے نقطۂ عروج و مرتبۂ کمال کو پہنچ جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے منقطع ہوگیا۔

O تکمیلِ نبوت کا مظہر یہ تھا کہ آپؐ پر دینِ حق کی بھی تکمیل ہوگئی ﴿اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ اور نعمتِ ہدایت کا بھی اِتمام ہوگیا ﴿وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ — اور رسالت کی تکمیل کا مظہر یہ تھا کہ آپؐ نے نہ صرف یہ کہ دینِ حق کی تبلیغ و دعوت کا حق بہ تمام وکمال ادا کر دیا بلکہ دینِ حق یعنی اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو ایک جانب اللہ کی نصرت وتائید اور دوسری جانب اپنی اور اپنے صحابہؓ پر مشتمل ''حِزْبُ اللّٰه'' (سورۂ مائدہ اور سورۂ مجادلہ) کی عظیم انقلابی جدوجہد کے ذریعے عرب کے وسیع وعریض جزیرہ نما میں بالفعل قائم کر کے گویا اللہ کی حکومت اور بنی آدم کی خلافت برپا کر دی! فصلی اللّٰه علیه وعلٰی آله واصحابه وسلّم تسلیماً کثیراً کثیراً۔ وفداہ اباءُنا وامّھتُنا!!

O آپؐ کے انتقال کے بعد نہایت قلیل عرصہ میں آپؐ کے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقوں پر ''خلافت علیٰ منہاج النبوت'' کا نظام قائم کر دیا جس کی یاد تا حال نوعِ انسانی کی اجتماعی یادداشت میں ایک حسین خواب کی یاد کے مانند محفوظ ہے!

O اس کے بعد ایک یہودی (عبد اللہ بن سبا) کی سازش کے نتیجے میں مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی پیدا ہوگئی — جس کے نتیجے میں توسیعِ خلافت کا جو سیلاب پوری تیزی وتندی کے ساتھ مشرق ومغرب میں پھیل رہا تھا وہ اس داخلی اور باطنی سبوتاژ (SABOTAGE) کے ذریعے رک گیا اور ''الفتنة الکبریٰ'' کے خاتمے کے چند سالوں کے بعد جب اس سیلاب نے دوبارہ آگے بڑھنا شروع کیا تو اب یہ توسیع ''خلافتِ راشدہ'' یا ''خلافت علیٰ منہاج النبوت'' کی نہیں تھی بلکہ مجرد ''خلافت'' بمعنی حکومت بلکہ علامہ اقبال کے الفاظ میں ''عرب امپیریلزم'' کی تھی! — جو عربوں کے زوال کے بعد ترکانِ سلجوقی، ترکانِ تیموری، ترکانِ صفوی اور ترکانِ عثمانی کی بادشاہتوں میں تبدیل ہوگئی!

O تاہم اس ''مُلْكًا عَاضًّا'' کے دور میں بھی لگ بھگ ایک ہزار برس تک اگرچہ اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کی عمارت کی سب سے اونچی منزل تو گرگئی تھی یعنی حکومت ﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ کی بجائے ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے مصداق کسی طاقتور قبائلی عصبیت پر مبنی موروثی بادشاہت کی صورت اختیار کرگئی تھی — لیکن نظامِ معاشرت اور معیشت سے متعلق احکامِ شریعت بہت حد تک نافذ ہوتے رہے اور قضاء اور افتاء کے مناصب برقرار رہے —!

O تا آنکہ یورپی استعمار کے سیلاب نے اس عظیم عمارت کی مزید منزلیں بھی زمین بوس کر دیں اور اسلام بالفعل صرف عقائد وعبادات اور زیادہ سے زیادہ عائلی قوانین تک محدود ہو کر رہ گیا — اور رفتہ رفتہ اس نے ''دین'' کی بجائے صرف ''مذہب'' کی حیثیت اختیار کر لی — اور اس ''مُلْكًا جَبْرِيًّا'' کے دور میں مسلمانوں کے عوام ہی نہیں علماء نے بھی عملاً خواہ ''طَوْعًا'' خواہ ''كَرْهًا'' اسلام کے اس محدود تصور کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی اختیار کر لی۔ جس پر علامہ اقبال نے ع ''نوا را تلخ تر می زن چوں نغمہ کم یابی'' کے مصداق یہ پھبتی چست کی کہ ؎

''ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!''

O بیسویں صدی کے آغاز ہی میں — جبکہ مغربی استعمار کا سورج ابھی نصف النہار پر چمک رہا تھا تقریباً پورے عالمِ اسلام میں — اسلام کو ''مذہب'' کی سطح سے اُٹھا کر از سرِ نو ''دین'' کے مقام پر فائز کرنے کی ذہنی وفکری مساعی — اور ''اقامتِ دین'' کی عملی جدوجہد کا آغاز ہوگیا تھا، جسے لامحالہ ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ کے مصداق لازماً طویل تدریجی مراحل سے گزرنا تھا! — تاہم جیسے ہی گزشتہ صدی کے وسط میں یورپی سامراج کا بستر تہہ ہونا شروع ہوا، ان مساعی میں بھی شدت پیدا ہوتی چلی گئی!

O برعظیم پاک وہند میں ان مساعی کے ''سلسلۃ الذھب'' (سنہری زنجیر) کی پہلی کڑی علامہ اقبال مرحوم تھے — جنہوں نے ایک جانب مغربی فکر وفلسفہ اور تہذیب و ثقافت کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھرپور اعتماد کے ساتھ چیلنج کیا۔ دوسری جانب اسلام کے کامل ''دین'' ہونے کے تصور کو زندہ کیا اور خوشخبری دی کہ دینِ حق دوبارہ دنیا میں عملاً قائم ہوگا۔ اور تیسری جانب 1907ء میں پورے عزم بالجزم کے ساتھ ایک عملی تحریک کے آغاز اور اس کے لیے ایک نئے قافلے کی تشکیل کے ارادے کا اظہار کیا — بقول ئے:۔

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہوگا
سفینۂ برگ گل بنا لے گا قافلہ مور ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

لیکن یہ واقعہ ہے کہ حضرت علامہ فکر کے تو نہایت بلند مقام و مرتبے پر فائز تھے لیکن اپنی افتادِ طبع کے اعتبار سے ''مردِ میدان'' نہیں تھے —— لہٰذا وہ 'احیائے دین' اور قیام و نفاذِ دینِ حق کے لیے کوئی جماعت (ان کے اپنے الفاظ میں کاروان یا قافلہ) تو نہ بنا سکے البتہ انہوں نے مسلمانانِ ہند کی قومی جدوجہد کو فکری بنیاد بھی فراہم کردی اور اس کے لیے موجود الوقت حالات کے اعتبار سے موزوں ترین شخصیت کو قائدانہ کردار ادا کرنے پر آمادہ کر کے ایک بدلی ہوئی صورت میں ''ہند میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی'' کا وہ کام بہر حال سرانجام دے دیا جو تین سو سال قبل حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے سرانجام دیا تھا!

○ تاہم اقبال کا وہ نعرۂ مستانہ (جس کا اندازہ ان دو اشعار سے ہو سکتا ہے جو اوپر درج کیے گئے!) اور ان کی ملی شاعری کی گھن گرج ہوا میں تحلیل ہو جانے والی نہیں تھی۔ چنانچہ اسی کی صدائے بازگشت کے طور پر منظرِ عام پر آئے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' والے مولانا ابوالکلام آزاد جنہوں نے 1913ء میں ''حکومتِ الٰہیہ'' کے قیام کا نعرہ لگا کر اس کے لیے عملی جدوجہد کی خاطر بیعت کی مسنون بنیاد پر ''حزب اللہ'' کا قافلہ تشکیل دے دیا —— تاہم اس کے باوجود کہ انہیں وقت کے ''شیخ الہند'' (اور میرے نزدیک چودھویں صدی کے مجددِ اعظم) مولانا محمود حسنؒ (اسیر مالٹا) کی تائید و حمایت بھی حاصل ہوگئی تھی —— تاہم ان کے اپنے قول کے مطابق وہ علمائے اسلام کی عمومی تقلیدِ جامد اور جمودِ مطلق سے مایوس ہو کر میدان چھوڑ گئے —— اور نومبر 1920ء کے جمعیت علماء ہند کے دوسرے کل ہند اجلاس کے کچھ عرصے بعد انہوں نے حزب اللہ کی بساط لپیٹ دی، اور آل انڈیا نیشنل کانگریس میں شامل ہو کر اپنے آپ کو آزادیٔ ہند کی تحریک کے لیے وقف کر دیا۔ (اس کے بعد ابوالکلام اور ان کے طرزِ عمل اور افکار و خیالات سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے!)

○ اس کے لگ بھگ بیس سال بعد 41-1940ء میں اس سلسلۃ الذھب کی تیسری کڑی کے طور پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سامنے آئے، جنہوں نے —— ایک جانب علامہ اقبال کے مشن کو مزید آگے بڑھایا یعنی اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم سے پیدا شدہ مسائل کے ضمن میں پورے اعتماد اور بھرپور عقلی استدلال کے ساتھ نہایت مؤثر انداز میں اسلام کا دفاع کیا۔ اور ساتھ ہی اقبال کے 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں پیش کردہ ''مسلم قومیت'' کے نظریے کی نہایت سلیس، عام فہم اور دلنشیں پیرائے میں تائید و توضیح کی —— اور دوسری جانب مولانا آزاد کے ترک کردہ مشن کو از سرِ نو تازہ کیا اور 1941ء میں ''حکومتِ الٰہیہ'' کے قیام ہی کے ''نصب العین'' کے لیے جدوجہد کی خاطر جماعتِ اسلامی کے نام سے ایک اصولی، اسلامی، انقلابی جماعت قائم کردی اور پھر لگ بھگ دس سال تک مسلمانانِ ہند کی قومی جدوجہد سے بالکل کنارہ کش رہتے ہوئے پوری توجہ اور کامل یکسوئی کے ساتھ اپنی تمام تر مساعی کو اس ''حزب اللہ'' کو ﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ﴾ کے مصداق پروان چڑھانے پر مرکوز کر دیا! —— لیکن افسوس! کہ ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کے بعد پاکستان میں انہوں نے 1951ء میں ملکی انتخابات کے میدان میں داخل ہو کر اپنے آپ کو کشاکشِ اقتدار میں شریک کر لیا —— جس کے نتیجے میں جماعتِ اسلامی نے ایک اصولی، اسلامی، انقلابی جماعت کی بجائے ''اسلام پسند'' قومی، سیاسی جماعت'' کا روپ دھار لیا —— اور اس طرح اس کی مکمل قلبِ ماہیت ہوگئی!!

○ پھر اس کے چوبیس برس بعد 1975ء میں اس سلسلۃ الذھب کی چوتھی کڑی تنظیم اسلامی کے نام سے سامنے آئی جس کے ضمن میں یہ بات اہم ہے کہ اس سنہری زنجیر کی پہلی تین کڑیوں کے مابین صرف معنوی ربط تھا کوئی شخصی یا عملی رشتہ نہیں تھا، جبکہ تنظیم اسلامی کا مؤسس ایک ایسا شخص تھا جس نے اپنی نوجوانی اور جوانی کی عمر کے دس سال بھرپور فعال انداز میں تحریک جماعتِ اسلامی کی نذر کیے تھے، اور جو اپنا ذہنی و فکری رشتہ اعلانیہ طور پر علامہ اقبالؒ (1912ء تا 1920ء کے) مولانا آزاد اور (1941ء سے 1951ء تک کے) مولانا مودودی سے جوڑتا ہے (مزید برآں وہ مولانا آزاد کی وساطت سے حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ بھی ایک معنوی تعلق کا مدعی ہے!) —— اور اسے ہرگز کوئی باک نہیں ہے اس امر کے اعتراف میں کہ وہ ان تینوں کا ''خوشہ چین'' ہے!

○ اس وقت تنظیم اسلامی کے قافلے کو سفر کا آغاز کیے 33 سال سے زائد یعنی ثلث صدی کا عرصہ گزر چکا ہے —— اس کے دوران میں اس کی رفتار ''طوفانی'' نہیں، تاہم دھیمی لیکن مسلسل اور مستقل (Slow but steady) ضرور رہی ہے —— اور اب یہ ایک دینی جماعت کی حیثیت سے منظرِ عام پر آچکی ہے۔ مزید برآں اللہ کے فضل و کرم سے اس ثلث صدی کے عرصے کے دوران میں نہ اس میں کوئی بڑی توڑ پھوڑ ہوئی ہے، نہ کوئی قابلِ ذکر اکھاڑ پچھاڑ! اور اس پر اللہ کا سب سے بڑا فضل یہ ہوا ہے کہ اس نے اپنے دعوتی اسلوب، تنظیمی اساس، تربیت اور تزکیہ کے نظام، اور انقلابی منہاج جملہ امور کے ضمن میں اپنے آپ کو سنتِ رسول ﷺ سے نزدیک ترین کر لیا ہے۔ چنانچہ

1۔ انفرادی سطح پر اس کے رفقاء و کارکنان کا ''نصب العین'' صرف اور صرف اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کا حصول ہے!

2۔ اجتماعی سطح پر اس کی جدوجہد کا ہدف اور مقصود ''اقامتِ دین'' یعنی اللہ کے دین کو بہ تمام و کمال ایک مکمل نظامِ عدلِ اجتماعی کی شکل میں نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ یہی مفہوم اللہ کی حکومت قائم کرنے —— اور نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے نافذ کرنے کا ہے! —— اور یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی ہدف ہے!

3۔ سنتِ نبویؐ کے مطابق اس کی دعوت کا مرکز و محور قرآن حکیم ہے۔ (''يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ'')

4۔ اسی طرح اس کا طریق تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفس، تطہیرِ قلب اور تجلیۂ روح کا نظام بھی خانقاہی نہیں بلکہ ''سلوکِ محمدیؐ'' پر مبنی ہے!

5۔ اس کا تنظیمی ڈھانچہ —— ''بیعتِ سمع و طاعت'' کی منصوص، مسنون اور ماثور اساس پر قائم ہے۔ چنانچہ اس میں شمولیت اختیار کرنے والے ہر شخص کا پہلا 'عہد' اللہ سے ہوتا ہے کہ وہ خود اللہ کے دین پر قائم رہے گا اور اس کے دین کی اقامت کی جدوجہد (جہاد فی سبیل اللہ) میں تن من دھن صرف کرے گا —— اور دوسری ''بیعت'' امیر تنظیم اسلامی سے یہ ہوتی ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کی اس عملی جدوجہد کے ضمن میں ان کے ساتھ ''سمع و طاعت فی المعروف'' کے بندھن میں بندھا رہے گا۔

6۔ اس کا انقلابی منہاج پورے کا پورا سیرت النبی ﷺ سے ماخوذ ہے صرف اس ایک اجتہاد کے ساتھ کہ اگر دعوت و تبلیغ، تربیت و تزکیہ، اور تنظیم و توسیع کے جملہ امور میں سیرت النبیؐ کے مطابق جدوجہد کے نتیجے میں، اللہ کے فضل و کرم سے، معتدبہ تعداد میں لوگوں پر مشتمل ''حزب اللہ'' وجود میں آجائے جو رائج الوقت نظام سے ٹکر لینے کی اہل ہو تو آخری 'حملے' (putsch) کے طور

پر مسلح تصادم (قتال فی سبیل اللہ) کی بجائے اس لیے نہیں کہ وہ ''حرام'' ہے بلکہ اس لیے کہ بحالاتِ موجودہ وہ قابلِ عمل (feasible) نہیں ہے، ایک غیر مسلح، پرامن اور منظم عوامی احتجاجی و مطالباتی تحریک یعنی mass movement کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

o تنظیم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل یہ ہے کہ اس نے اس ثلث صدی کے دوران میں کبھی اپنے اصولی موقف سے سرِ مُو انحراف نہیں کیا۔ اور وقت کے بہتے دریا میں مختلف مواقع پر آنے والے اتار چڑھاؤ یا ملکی سیاست کے بدلتے ہوئے رنگوں سے ہرگز متاثر نہ ہوتے ہوئے اپنے اصل ہدف ―― اور اس کے لیے نبویؐ منہاج پر اپنی توجہات کو مرکوز رکھا! ―― صرف اس ایک اضافہ کے ساتھ کہ مختلف مواقع پر حدیث نبویؐ ''الدین النصیحۃ'' پر عمل کرتے ہوئے ''ائمۃ المسلمین'' یعنی رہنمایانِ قوم اور کار پردازانِ حکومت کی خدمت میں مشورے پیش کیے جاتے رہے!

o بہرحال! ―― اس ضمن میں جو بھی کچھ اب تک ہوسکا ہے وہ سب بھی سراسر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ہے، ―― اور آئندہ بھی تنظیم کا سارا توکل وانحصار اسی کی نصرت و تائید پر ہے ―― وابستگانِ تنظیم کا کام یہ ہے کہ جو ہدایت اللہ نے انہیں دی ہے اس پر اس کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اسی سے دعا گو رہیں کہ وہ انہیں انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر فکر و نظر ―― اور عمل و کردار ―― ہر نوع کی ''کجی'' سے اپنی پناہ اور حفظ و امان میں رکھے ―― یعنی ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا﴾ کے ساتھ ساتھ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ کو اپنا صبح و شام کا وظیفہ بنالیں! ―― اور یہ بات ہمیشہ مستحضر رکھیں کہ اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ قیامت سے قبل پورے کرۂ ارضی پر اللہ کی حکومت یا نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم ہو کر رہے گا تاہم ان کی ذاتی نجات و فلاح کا تعلق اس امر کے ساتھ ہرگز نہیں ہے کہ ان کی جدوجہد ان کی زندگی ہی میں کامیابی سے ہمکنار ہو بلکہ صرف اس پر ہے کہ وہ آخری دم تک صحابہ کرامؓ کے ترانے: ''نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا ○ عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا'' کے مطابق زندگی کے آخری سانس تک اقامتِ دین اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی اس جدوجہد میں لگے رہیں ―― آمین!

―― یا ربنا آمین! ―― یا الٰہ العٰلمین آمین!!

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے مقاصد اور رفقاء کی ذمہ داریاں

حافظ محمد مشتاق ربانی

انسانی تاریخ کے ہر دور میں اجتماعیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے لیکن اسلام نے اجتماعیت کو غیر معمولی حیثیت دی ہے۔ دراصل اجتماعیت کے بغیر اسلام نامکمل ہے۔ مثلاً انفرادی نماز کے مقابلہ میں باجماعت نماز ستائیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔ جمعۃ المبارک کا بنیادی فلسفہ جہاں ہفتہ وار تعلیم و تجدید ایمان ہے وہاں اجتماعیت قائم رکھنا بھی ہے اور عیدین کا مقصد بھی اجتماعی خوشی کو فروغ دینا ہے۔ چنانچہ اسلام کے بیشتر امور اجتماعیت کے بغیر ادا نہیں کیے جاسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک نظریاتی، اصولی اور فلاحی مملکت کے قیام کو ناگزیر قرار دیتا ہے۔

جماعتی زندگی میں اجتماعات تحریکوں کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور کارکنان جماعت کو منظم، متحرک اور مربوط رکھنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء بھی اسرہ جات کی صورت میں جمع ہو کر تنظیمی امور کے بارے میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ مہینے میں ایک عمومی اجتماع ہوتا ہے جس میں تنظیم کے فکر کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں سال میں مرکز کی طرف سے کسی بھی مقام پر اجتماع منعقد کیا جاتا ہے، تاکہ کم از کم سال میں ایک مرتبہ تو رفقاء کی باہمی ملاقات ہو سکے۔ یہ سالانہ اجتماع تمام رفقاء کے لیے لازمی ہوتا ہے۔ اس مرتبہ یہ اجتماع سادھو کے میں نومبر کے آخر میں دو حصوں میں منعقد ہو رہا ہے۔ رفقاء کو چاہیے کہ اس میں پورے ذوق و شوق سے شرکت کریں۔ ایسے سالانہ اجتماعات کی اپنی قدر و قیمت ہوتی ہے جس کے بارے میں مولانا مودودیؒ نے ایک اجتماع کے موقع پر فرمایا:

''یہاں اجتماع کے لیے دعوت عام دی گئی تھی اور اعلان کیا گیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ ارکان شریک ہونے کی کوشش کریں مگر کچھ افراد عذر معقول کے بغیر نہیں آئے بلکہ کچھ نے عذر پیش کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔ لوگوں کے لیے ان کے معمولی کام، ان کے روزمرہ کے مشاغل، ان کے خانگی امور، ان کے دنیوی مفادات اس سے بڑھ کر اہمیت رکھتے ہیں کہ وہ جماعت کی پکار پر لبیک کہیں اور اسی بنا پر وہ غیر اولی الضرر ہونے کے باوجود بیٹھے رہ گئے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے کچھ رفقاء کو اس کام سے حقیقی دلچسپی نہیں ہے۔ اگر فی الواقع وہ جانتے کہ یہ اجتماع کیا معنی رکھتا ہے اور جماعت کی پکار سے ان پر کیا لازم ہے اور جو عہد انہوں نے اپنے رب سے کیا ہے اس سے کیا ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں تو سخت سے سخت مشغولیت کو بھی یہاں کی حاضری پر ترجیح نہ دیتے''۔

بانیٔ تنظیم اسلامی مرحوم ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی رفقاء تنظیم کو اجتماعات میں شرکت کرنے پر بہت زور دیتے تھے۔ رفقاء کی بھرپور شرکت دیکھ کر اُن کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔ اب ان کی رحلت کے بعد ہمیں اور بھی زیادہ سرگرمی اور جوش و خروش سے تنظیم کے پروگراموں میں شریک ہونا چاہیے، تاکہ اقامت دین کا تصور اجاگر ہو سکے۔

سالانہ اجتماع کے مقاصد

سالانہ اجتماع سے کئی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اِن مقاصد کا یک لفظی عنوان ''تذکیر'' ہے۔ تاہم اگر اس بات کو کھولا جائے، تو اس کے کئی پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔

1۔ تجدید فکر: وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی فکر میں عموماً تین طرح کی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ کبھی یہ فکر افراط کا شکار ہو جاتی ہے، کبھی تفریط کی طرف جھکتی نظر آتی ہے اور بسا اوقات زنگ آلود ہو جاتی ہے۔ ان تینوں صورتوں کا علاج ایک تو فکر کا احتساب ہے اور دوسرا تنظیم

کے ہر پروگرام میں شرکت کو لازمی خیال کرنا ہے۔ سالانہ اجتماع کا اوّلین پہلو یہی ہے کہ ہم اپنی فکر کی تجدید کر سکیں اور ویسے بھی رفقاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فکر میں وسعت اور پختگی پیدا کریں۔

2۔تربیت: تربیت کے مختلف پہلو اور طریقے ہوتے ہیں لیکن عملی طور پر کسی کام کو انجام دینا تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اجتماع کے لیے دور دراز سے صعوبت سفر برداشت کرکے آنا، کاروبار کو بند کرنا، گھر کے آرام وسکون کو خاطر میں نہ لانا اور طبیعت کے موافق کھانا نہ ملنا، اسی طرح کے اور دیگر امور ہیں جن سے رفقاء واحباب کی تربیت ہوتی ہے اور ایسے ہی مسلسل مشغول رہنا رفقاء میں اقامت دین کے مشن کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ یہ تربیت انقلابی کارکنوں کے لیے غذا کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ تربیت یافتہ رفقاء ہی تنظیم کے تقاضوں کو بخوبی جانتے ہیں۔

3۔تحریک: سالانہ اجتماع کا مقصد رفقاء میں تحریک پیدا کرنا بھی ہے۔ جب رفقاء بھاگ دوڑ کرتے ہیں تو ان کی لگن تنظیم کے لیے مزید گہری ہوتی ہے۔ حرکت اور تحریک ہی تنظیموں کو آگے بڑھنے پر مجبور کرتی ہیں اور اگر یہ تحریک رفقاء میں ختم ہو جائے تو تنظیم آگے بڑھنے سے رک جاتی ہے۔ جیسے ۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اِک بہانہ

4۔تعلیم وتعلم: اس اجتماع سے تعلیم وتعلیم کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ اکابرین تنظیم یہ کوشش کرتے ہیں کہ کم سے کم وقت میں رفقاء کو زیادہ سے زیادہ دینی تعلیمات بہم پہنچا سکیں اور دوسری طرف رفقاء کے طرز عمل اور ان کے سوالات سے امراء تنظیم کو عملی تجربات حاصل ہوتے ہیں۔ مزید برآں اجتماع کے ذریعے تمام رفقاء کو امیر محترم کے خیالات سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے گا۔

5۔جائزہ: اکابرین تنظیم اور خصوصاً امیر تنظیم اسلامی کو بہتر طریقے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مجموعی طور پر رفقاء کس قدر منظم، متحرک اور مربوط ہیں، رفقاء کی سوچ کس سمت سفر کر رہی ہے اور اپنی فکر سے کس قدر دلچسپی رکھتے ہیں۔ دوسری طرف رفقاء کو بھی اچھے طریقے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امیر محترم کے سامنے اس وقت کیا ترجیح ہے اور وہ ہمیں کس جانب لے جا رہے ہیں۔ مزید برآں سالانہ اجتماع کے موقع پر تنظیم کے اصحاب علم وفضل اور صاحبان رائے کو موقع ملتا ہے کہ وہ عصری تناظر میں جدید مسائل کی نشاندہی کریں اور تنظیم کا ان کے بارے میں موقف بھی پیش کریں۔ اس طرح مزید سوچ بچار اور مکالمے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

6۔اجتماعیت کا احساس: سالانہ اجتماع سے رفقاء میں یہ احساس بھی بیدار کرنا مقصود ہے کہ ہم منزل کی جانب اکیلے ہی سفر نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہمارے ساتھ دوسرے افراد بھی نفاذ شریعت کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ ان میں بوڑھے، جوان، خواتین، غریب، امیر ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ یہ چیز رفقاء کو مزید حوصلہ فراہم کرتی ہے۔

7۔ربط وتعلق: رفقاء میں باہمی ربط وتعلق انتہائی ضروری ہے جو کہ ایسے اجتماعات منعقد کرکے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بہت سے رفقاء "منفرد" ہوتے ہیں۔ انہیں بھی کم از کم سال میں ایک مرتبہ اجتماعیت میں باقاعدہ قدم رکھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ علاوہ ازیں رفقاء کو امراء سے ملاقات کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اکٹھے رہنے سے میل جول کی فضا قائم ہوتی ہے جو محبت کو فروغ دیتی ہے۔

یقین محکم، عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

8۔عزم نو: جب رفقاء کو اقامت دین کے کام کی اہمیت کی یاددہانی ہوتی ہے، تو مختصر سے عرصے میں تربیت پانے کے بعد ان میں کام کرنے کا از سرنو عزم پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیں اگر اجتماع میں شرکت کے باوجود کوئی نیک جذبہ پیدا نہیں ہوتا تو کسی حد تک اجتماع کا مقصد رائیگاں جاتا ہے۔

ہماری ذمہ داریاں

اب آیئے، اس بات کا جائزہ لیں کہ اجتماع کے حوالے سے ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں:

1۔نظم وضبط: اجتماع کے سلسلہ میں ہماری اوّلین ذمہ داری یہ ہے کہ نظم وضبط قائم کریں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم منتظمین کی دی ہوئی ہدایات پر سختی سے عمل کریں۔ اجتماع کا نظم جہاں بہتر انتظامات سے وابستہ ہے، وہاں یہ شرکاء اجتماع سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ نظم وضبط کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کریں۔

2۔خوش خلقی: اگر آپ ﴿رحماء بینھم﴾ کی عملی تصویر بننا چاہتے ہیں تو خوش خلقی جیسے وصف کو اپنے لیے لازم کر دیجئے۔ ہر رفیق دوسرے ساتھی سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرے اور خصوصاً ہمارا رویہ ذمہ دار افراد کو پریشان نہ کرے۔ ویسے بھی اسلام ہمیں ہر جگہ بہترین اخلاق اپنانے کی پر زور تاکید کرتا ہے۔ ایسے مواقع پر تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

3۔ایثار وقربانی: نہ صرف اجتماع میں بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ایثار کا مظاہرہ کیجئے۔ اگر آپ کو کسی چیز کی خود ضرورت ہے تو آپ اپنی ضرورت کو قربان کرکے وہ چیز کسی دوسرے فرد کو دے دیں۔ قرآن حکیم نے ایثار کو مومنین کی صفت قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الحشر)

"اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔"

جذبہ ایثار کی ضرورت اجتماعات جیسے مواقع پر اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا اجتماع کے دوران ہمارے رویہ سے اس صفت کی بھرپور عکاسی ہونی چاہیے۔ خصوصاً کھانے کے دوران اس عظیم صفت کا بھرپور مظاہرہ ہو۔

4۔نفاست: نفاست کی ضرورت ہر لحہ اور ہر جگہ ہے لیکن ایسے دینی اجتماع میں اس کی ضرورت دو چند ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھیں، اپنے ماحول کو خوشگوار بنائیں اور نفاست کی ترغیب دوسرے افراد کو بھی دیں۔ یہی نفاست ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور ویسے بھی اسلام کا مجموعی مزاج نفاست کا خیال رکھنا ہے۔

5۔استماع: اس سے مراد مقررین کی گفتگو کو کان لگا کر سننا ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ ایک مقرر گفتگو کر رہا ہو اور ہم اونگھ رہے ہوں یا نیند کے مزے لے رہے ہوں، یا موبائل پر کسی سے باتیں کر رہے ہوں۔ ہمیں ہر تقریر کے دوران خاموشی اختیار کرنی چاہیے اور دوران تقریر ہمیں اجتماع گاہ سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ اگر ہم نے اس ذمہ داری کو پورا نہیں کیا تو گویا اجتماع کے مقاصد کو پورا نہیں کر سکے۔

6۔انفرادی احساس: ہر شخص کو اجتماع کے کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ انفرادی احساس سے ہی اجتماعی احساس ابھرتا ہے۔ ہمیں ان افراد کی طرح نہیں ہونا چاہیے کہ جن کو کسی بادشاہ نے رات کے اندھیرے میں خالی تالاب کو دودھ سے بھرنے کے لیے کہا لیکن اندھیرے میں ہر شخص تالاب میں دودھ کی بجائے پانی ڈالتا گیا کہ اس اکیلے کے پانی ڈالنے سے کیا فرق رونما ہوگا مگر صبح وہ تالاب دودھ کی بجائے پانی سے بھر گیا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں انفرادی احساس پیدا کرنا چاہیے کہ کوئی اپنی ذمہ داریاں پوری کرے یا نہ کرے، ہمیں بہر صورت اپنے فرائض کو ادا کرنا ہے۔

(باقی صفحہ 16 پر)

”پاکستان کو درپیش مسائل اور اُن کا حل“

کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی رپورٹ

عبدالرؤف

یکم نومبر 2010ء کو راولپنڈی کے معروف ادارے انجمن فیض الاسلام کمپلیکس کے آڈیٹوریم میں ”پاکستان کو درپیش مسائل اور اُن کا حل“ کے موضوع پر ایک سیمینار ہوا، جس میں مختلف اصحاب علم وفکر نے اظہارِ خیال کیا۔ سیمینار کی صدارت امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے کی۔ اپنے صدارتی خطبہ میں امیر تنظیم نے فرمایا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اگر اس ملک میں اسلام نہ نافذ کیا گیا تو خاکم بدہن یہ ٹوٹ جائے گا۔ پاکستان بننے کے بعد اللہ کے شکر کا سب سے بڑا تقاضا یہ تھا کہ ہم اس کی طرف سے عطا کیے گئے ملک میں اسلام پر مبنی نظامِ زندگی قائم کرتے مگر ہم دنیا پرستی میں مگن ہوگئے، جس کے نتیجے میں ہمارے اندر منافقت (یعنی جھوٹ، بدعہدی اور خیانت) پیدا ہوگئی اور ہم اخلاقی پستی میں گھر گئے، بلکہ ہمارا اخلاقی دیوالہ نکل گیا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ لوگ اکثر یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اصل مسئلہ قیادت کا ہے حالانکہ قیادت بھی تو عوام میں سے ابھر کر سامنے آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق تمہارے اعمال ہی تم پر حکمران ہوتے ہیں۔ یعنی جیسے عوام ہوں گے ویسے ہی اُن پر حاکم ہوں گے۔ اگر آج ہمارے اوپر نااہل حکمران مسلط ہیں تو یہ ہمارے اجتماعی جرائم کی سزا ہے۔ تمام تر خرابیوں کی جڑ بنیاد اور ہماری ذلت ورسوائی کا بنیادی سبب قرآن حکیم سے دوری ہے۔ قرآن سے تعلق کمزور ہونے کی وجہ سے ہم انفرادی سطح پر بھی اعمالِ صالحہ سے دور ہوگئے، یہاں تک کہ مسلمان ہونے کے باوجود نماز جیسے بنیادی فریضے پر بمشکل 8 سے 10 فیصد لوگ کاربند ہیں اور اجتماعی سطح پر ہماری دین سے بے وفائی کا یہ عالم ہے کہ دنیا میں ڈیڑھ ارب تعداد رکھنے کے باوجود ہم نے ایک انچ زمین پر بھی شریعت کا نظام نافذ نہیں کیا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ہمارے تمام مسائل جو نظامِ شریعت نافذ نہ کرنے کے سبب پیدا ہوئے ان کے حل کی واحد صورت یہ ہے کہ ملت اسلامیہ بالخصوص مسلمانانِ پاکستان اجتماعی توبہ کریں۔ اللہ کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر تعلق مضبوط بنایا جائے اور اللہ کے دین کے قیام ونفاذ کی جدوجہد کی جائے۔ اِسی صورت میں اللہ کی مدد بھی آئے گی۔ بصورتِ دیگر ہمارا ایٹمی قوت ہونا بھی ہمارے کام نہیں آئے گا۔ اس لیے ہمیں اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا۔ خود بھی مسلمان بننا ہوگا، اور معاشرے میں غلبہ واقامتِ دین کے لیے جدوجہد بھی کرنا ہوگی۔ امیر تنظیم نے کہا کہ دنیا میں عزت وکامرانی کے ساتھ ساتھ ہماری آخرت میں کامیابی بھی اسی طریق پر چلنے سے مشروط ہے۔

سیمینار میں امیر محترم کے علاوہ جن دیگر اصحابِ علم کو مدعو کیا گیا، اُنہوں نے بھی احسن انداز سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سب سے پہلے پروفیسر نیاز عرفان نے گفتگو کی۔ وہ تعلیمات فیض الاسلام سوسائٹی کے ڈائریکٹر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک سازش کے تحت پاکستان کو مسائل کی آماجگاہ بنایا جارہا ہے۔ اس سازش کے ماسٹر مائنڈ یہود ونصاریٰ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ درپیش مسائل کے حل کے لیے ہمیں جہاں ایک طرف ملک کے ناراض طبقات کو محبت کے ساتھ قومی دھارے کا حصہ بنانا ہوگا، وہاں دوسری طرف سیاستدانوں اور علماء کو مل بیٹھ کر اور جذباتی نعروں سے ہٹ کر پاکستان اور اسلام کی حفاظت کے لیے گہرے غور وفکر کے بعد ٹھوس لائحہ عمل بھی ترتیب دینا ہوگا۔ وقت آگیا ہے کہ ہم اس حوالے سے سنجیدگی کا مظاہرہ کریں، اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔

ممتاز ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر سلطان بشیر الدین نے اپنے مفصل اور مرتب خطاب میں پاکستان کے قیام کو بیسویں صدی کا معجزہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ عالم کفر کے لیے پاکستان کا قائم ہوجانا بڑی تکلیف دہ بات تھی۔ چنانچہ وہ شروع دن سے ہمارے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ انھوں نے حاضرین کی توجہ پاکستان کے 10 بڑے بڑے مسائل کی طرف دلائی اور واضح کیا کہ ان میں سب سے بڑا مسئلہ قیادت کا ہے۔ جب تک قیادت کا مسئلہ حل نہیں ہوتا دوسرے مسائل حل نہیں ہوں گے بلکہ اور بھی بڑھتے چلے جائیں گے۔ اس مسئلہ کا حل یہی ہے کہ ہم اجتماعی سطح پر بھی برائی کے خلاف جہاد کریں اور تجربہ کار، بزرگ اور باصلاحیت لوگوں کی ایک سوسائٹی بنا کر ان مسائل کے حل کے لیے جدوجہد کریں۔

سیمینار کے تیسرے مقرر قاضی محمد انور تھے، جو سپریم کورٹ بار کے سابق صدر ہیں۔ انہوں نے اپنے خطاب کی ابتدا ان الفاظ سے کی کہ ”پاکستان اسلام کے نام پر بنا۔ قراردادِ مقاصد میں قانون سازی کی بنیاد قرآن وسنت کو قرار دیا گیا، لیکن پھر اس قرارداد کے بعد ہم اپنی منزل سے بھٹک گئے، جس کے نتیجے میں آج ہر قسم کے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں“۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں قوانین کا شکنجہ غریب عوام کے لیے ہے۔ حکمران طبقہ ان سے مستثنیٰ ہے، حالانکہ کوئی بھی معاشرہ اُس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا، جب تک اس میں عدل نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے تمام مسائل تب ہی حل ہوں گے جب ہم اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط بنائیں گے۔

سیمینار میں تنظیم اسلامی کے ناظم نشر واشاعت مرزا ایوب بیگ نے اپنے خیالات کے اظہار کے ساتھ سٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دیے۔ جبکہ تلاوت کلام پاک کی سعادت پروفیسر حافظ خالد شفیع نے حاصل کی۔

پروگرام کے آخر میں راجہ محمد اصغر (ناظم تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی) نے مہمان مقررین اور سامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد ہماری دنیوی ضرورت بھی ہے اور اُخروی بھی۔ دنیوی ضرورت اس لیے کہ اس نظام کے بغیر ہمارے مسائل حل نہیں ہوسکتے اور اُخروی ضرورت اس لیے ہے کہ یہ ہمارا دینی فریضہ ہے اور اگر ہم نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو آخرت میں نجات کیونکر پائیں گے۔

امیر تنظیم حافظ عاکف سعید کی دعا پر سیمینار کا اختتام ہوا۔ سیمینار کی خاص بات یہ تھی کہ اس کے انعقاد کا فیصلہ بہت ہی مختصر وقت میں کیا گیا اور رفقاء واحباب کو صرف فون کالز اور میسجز کے ذریعہ اطلاع کی گئی، لیکن اس کے باوجود آڈیٹوریم حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جو اس بات کی علامت ہے کہ ؏ ”ذرا نم ہو تو یہ مٹی
بڑی زرخیز ہے ساقی“

"اتحادِ اُمت سیمینار"

طاغوتی قوتوں کی جانب سے ملک میں مسلکی تصادم برپا کرنے کی سازش کو بے نقاب کرنے اور اُس کا تدارک کرنے کی غرض سے جماعت اسلامی کے زیرِ اہتمام منصورہ میں منعقدہ سیمینار کا احوال

ابوالحسن

پاکستان میں ایک عرصہ سے دینی جماعتیں اس شک و شبہ میں مبتلا تھیں کہ عالمی سطح پر طاغوتی قوتیں مسلمانوں کے مختلف مسالک کے درمیان نزاع میں اضافہ کرکے انہیں باہم تصادم کی راہ پر ڈالنا چاہتی ہیں۔ گزشتہ چند ماہ میں مزاروں اور امام بارگاہوں میں بہت سی تخریبی کارروائیاں اور دہشت گردی کے واقعات جس انداز میں وقوع پذیر ہوئے پھر یہ کہ بعض علماء کی ٹارگٹ کلنگ کی گئی اس سے یہ شبہ یقین میں بدل گیا۔ لہٰذا بہت سے مخلص اور مذہبی جوش و جذبہ سے سرشار افراد اور جماعتوں نے یہ کوشش شروع کردی کہ تمام مسالک کو یکجا کرکے عالم کفر کی اس سازش کو بے نقاب بھی کیا جائے اور اس کے تدارک کے لیے عملی اقدامات بھی کیے جائیں۔ کئی اطراف سے کوشش ہوئی لیکن اس لحاظ سے بارآور نہ ہوسکی کہ درباروں، خانقاہوں اور امام بارگاہوں پر دہشت گردی سے متاثر ہونے والے حضرات ایسے اجتماعات میں شرکت سے گریز کرتے رہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ، جماعت اسلامی پاکستان کو اس حوالہ سے ایک قابل ذکر کامیابی حاصل ہوئی۔

11 نومبر 2010ء کو منصورہ میں ایک "اتحادِ امت" کے عنوان سے سیمینار ہوا جو ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ اہل سنت والجماعت اور اہل حدیث جماعتوں کے نمائندوں کے علاوہ بہت سے درباروں اور مزاروں کے سجادہ نشین اُس میں شریک ہوئے۔ اہل تشیع کے بھی قابل ذکر نمائندے موجود تھے۔ تمام شرکاء محفل نے اتحاد واتفاق کی اہمیت پر زور دیا اور اپنے مکمل تعاون کا اظہار کیا۔ یہاں جماعت اسلامی کے سابق امیر قاضی حسین احمد کی کوششوں کا خصوصی ذکر نہ کرنا بڑی زیادتی ہوگی۔

قاضی صاحب اس پیرانہ سالی کے باوجود اکثر جماعتوں کے قائدین کے پاس خود تشریف لے گئے اور اُنہیں سیمینار میں شرکت کی ذاتی طور پر دعوت دی۔ راقم کی رائے میں جو لوگ پہلے اس طرح کے اجتماعات میں شرکت سے گریز کررہے تھے، اُن کو شرکت کے لیے آمادہ کرلینا قاضی صاحب کی بہت بڑی کامیابی تھی، جس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

یہ سیمینار عصر کی نماز کے فوراً بعد شروع ہوگیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل لیاقت بلوچ نے ادا کیے۔ چند قائدین نے نماز مغرب سے پہلے خطاب کیا۔ جید علماء کرام اور مشائخ عظام کی موجودگی میں امامت نماز کا اعزاز تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید کو حاصل ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی نے بعد ازاں اپنے خطاب میں عالم کفر کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عملی طور پر میدان میں آنے کا مطالبہ کیا، علاوہ ازیں یہ واضح کردیا کہ آج وطن عزیز جن حالات سے دوچار ہے اور قوم کو بحیثیت مجموعی جن سنگین خطرات کا سامنا ہے یہ خود قوم کا اپنا کیا دھرا ہے۔ اگر ہم نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا ہوتا کہ ہم پاکستان میں شریعت محمدیؐ کا نفاذ کریں گے تو حالات بالکل مختلف ہوتے۔ اُنہوں نے واضح کیا کہ اب بھی وقت ہے کہ ہم متحد ہوکر وطنِ عزیز پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کی جدوجہد کریں۔ یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ ہماری کشتی صرف اُس صورت میں بھنور سے نکل سکتی ہے اگر اللہ کا دامن تھام لیں دین میں پورے کے پورے داخل ہوجائیں اور ملک میں اسلام کو بحیثیت نظام کے نفاذ کے لیے تن من دھن لگادیں۔ آخر میں انہوں نے مشترکہ اعلامیہ کی مکمل حمایت کی اور اس حوالہ سے اپنی اور اپنی جماعت کے مکمل تعاون کا اعلان کیا۔ بعد ازاں مشترکہ اعلامیہ متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا۔ جس کے خاص خاص نکات درج ذیل ہیں:

☆ پاکستان اسلامی، فلاحی اور نبی آخرالزماںؐ کے اُمتیوں کا ملک ہے۔ مملکت خداداد کے اسلامی، نظریاتی اور سلامتی کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔ وطن عزیز میں لادینیت، فرقہ واریت، اور مادر پدر آزاد تہذیب کے تسلط اور قومی سلامتی کے خلاف ہر سازش واقدام کی دینی جذبوں کے ساتھ مزاحمت کی جائے گی۔

☆ اتحادِ اُمت سیمینار اعلان کرتا ہے کہ مزارات، مدارس اور امام بارگاہوں اور نماز جمعہ پر حملے، دھماکے اسلام اور دینی ملی یکجہتی کے خلاف سازشیں ہیں۔ آج کے سیمینار کی طرف سے مساجد و مزارات میں تخریب کاری کی شدید مذمت کی جاتی ہے اور یہ دوٹوک اعلان ہے کہ کوئی ایسے قبیح اور شرمناک اقدام کرنے والا قطعاً مسلمان نہیں ہوسکتا۔ مزارات کی بے حرمتی، بے گناہ زائرین اور مساجد میں بے گناہ نمازیوں کا المناک قتل اسلام اور شریعت سے کھلی بغاوت اور انحراف ہے۔ اسلام اور پاکستان کی دشمن قوتوں نے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کا فائدہ اُٹھا کر اپنے آلہ کاروں کے ذریعے مملکت خداداد پاکستان کو دہشت گردی، تخریب کاری کی آماجگاہ اور شہریوں کے جان، مال، عزت اور عبادت گاہوں کو غیر محفوظ بنادیا ہے۔

☆ ہم پاکستان میں امریکی اثر ونفوذ کے بڑھتے ہوئے اقدامات کی مذمت کرتے ہیں، اور مطالبہ کرتے ہیں کہ قومی غیرت وحمیت کو پورا کرنے کے لیے اغیار کی غلامی چھوڑ دیں، اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی اختیار کریں۔

☆ علماء کرام اور مشائخ عظام ایسی تحریر وتقریر سے اجتناب کریں جو کسی بھی مکتبہ فکر کی دل آزاری اور اشتعال کا باعث بن سکتی ہے۔ عوامی اجتماعات اور خطبات جمعہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی شعوری کوشش کی جائے۔

آخر میں قائدین کے لیے عشائیہ کا اہتمام تھا۔ عشائیہ پر بھی علماء باہم گفت وشنید کرتے رہے۔

آگے بڑھو ساتھیو! آگے بڑھو!

میکسم گورکی

انتخاب وترتیب: قاضی عبدالقادر

زیرِ نظر صفحات میں ناول 'ماں' کے منتخب اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ ایک انقلابی کے شب و روز کیسے گزرتے ہیں اور اُس کی اپنے مشن کے ساتھ وابستگی کا کیا عالم ہوتا ہے۔ اشاعت سے مقصود یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کی پاکیزہ جدوجہد میں دینی تحریکوں کے کارکن بھی اس سے تحریک پائیں، خود احتسابی کے جذبہ کے تحت اپنا جائزہ لیں اور مشعلوں کو تیز کریں۔(ادارہ)

نئی زندگی

''ساتھیو!'' خوخول نے شور کے درمیان اپنی رسیلی اور نرم آواز کو اونچا کرتے ہوئے تقریر شروع کی۔

''ہم نے ایک نئے خدا کے نام پر جہاد شروع کیا ہے۔ روشنی اور عقل، نیکی اور صداقت کا خدا۔ ہماری منزل مقصود بہت دور ہے لیکن ہمارا کانٹوں کا تاج نزدیک ہی ہے۔ جس کسی کو صداقت کی فتح پر یقین نہیں ہے، جس کسی میں صداقت کے لیے اپنی جان قربان کرنے کی ہمت نہیں ہے، جس کسی کو اپنی قوت پر بھروسا نہیں ہے اور مشکلات سے ڈر لگتا ہے تو وہ ایک طرف ہو جائے! ہم اپنی صفوں میں صرف ان ہی کو چاہتے ہیں جنہیں ہماری فتح پر یقین ہے! جو منزل کو نہیں دیکھ سکتے انہیں ہمارے ساتھ قدم ملا کر نہ چلنا چاہیے کیونکہ آخر میں انہیں افسوس ہوگا۔ ساتھیو! اِن صفوں میں شامل ہو جاؤ! آزاد انسانوں کا جشن زندہ باد!''

گیت

یہ وہی گیت تھا جو ماں کے گھر میں دوسرے گیتوں کے مقابلہ میں زیادہ نرمی اور دھیرے سے گایا جاتا تھا لیکن جواب تمام بندھنوں کو توڑ کر ایک عظیم الشان قوت کے ساتھ سڑکوں پر گونج رہا تھا۔ اس میں ناقابلِ تسخیر جرأت کی گونج تھی اور ایک طرف وہ لوگوں کو مستقبل کی طرف جانے والے طویل راستے کو اختیار کرنے کی دعوت دے رہا تھا تو دوسری طرف اُن پر صاف طور پر یہ حقیقت بھی واضح کیے دے رہا تھا کہ راستے میں کتنی دشواریاں، کتنی کٹھنائیاں ہیں۔ گیت کے پُرسکون شعلے نے ان تمام چیزوں کے سیاہ اور کریہ میل کچیل کو جو اپنا وقت ختم کر چکی تھیں اور تمام روایتی جذبات کے زنگ خوردہ ڈھیروں کو جلا کر بھسم کر ڈالا اور نئی زندگی کے خوف کو جلا کر راکھ کر دیا۔

(وہ ''گیت'' (تصرف کے ساتھ) کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے یا نغمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل)۔(مرتب)

آگے بڑھو ساتھیو!

''ساتھیو!'' پاویل کی آواز آئی۔ ''فوجی بھی اسی قسم کے انسان ہیں جیسے ہم ہیں! وہ لوگ ہم پر ہاتھ نہ اُٹھائیں گے اور کیوں اُٹھائیں؟ صرف اس لیے کہ ہم ایسی صداقت کا اعلان کرتے ہیں جس سے ہر ایک کو واقف ہونا چاہیے؟ انہیں بھی اس کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی ہمیں۔ ہوسکتا ہے انہیں ابھی اس بات کا احساس نہ ہو لیکن وہ وقت دور نہیں جب قتل اور غارت گری کے پرچم کے نیچے ہماری مخالفت کرنے کی بجائے وہ سب لوگ آزادی کے پرچم کے نیچے ہمارے ساتھ آئیں گے اور صداقت کے متعلق ان کی سمجھ بوجھ کو جلدی بڑھانے کے لیے ہمیں آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ آگے بڑھو، ساتھیو! آگے بڑھو!''

خون جو سچائی کی خاطر بہایا گیا

''رسیاں میرے ہاتھ میں چبھ رہی ہیں'' ربن نے پُرسکون انداز میں کہا لیکن آواز اتنی بھاری تھی کہ سب لوگ سن سکتے تھے۔ میں بھاگ کر نہیں جاؤں گا۔ کسانو! میں سچائی سے بھاگ کر نہیں جاؤں گا۔ وہ تو میرے اندر رہتی ہے۔'' اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر اس نے دوبارہ ہاتھ بلند کیا جو خون میں لت پت تھا۔ ''یہ ہے میرا خون — جو سچائی کی خاطر بہایا گیا!'' ماں میڑھیوں سے نیچے اُتر آئی لیکن چونکہ دل مجمع میں کھڑی ہو کر میخائلو کو نہیں دیکھ پا رہی تھی، اس لیے وہ پھر میڑھیوں پر کھڑی ہوگئی۔ کوئی نامعلوم سی خوشی اس کے سینے میں کروٹیں لینے لگی۔ خون میں نہایا ہوا ربن کہہ رہا تھا۔

''کسانو! ان پرچوں کو تلاش کر کے ضرور پڑھو۔ اگر پادری اور عہدہ دار کہیں کہ سچائی پھیلانے والے دہریے اور باغی ہیں تو ان کی بات پر یقین مت کرنا۔ سچائی چھپ کر ساری دھرتی پر گھومتی پھر رہی ہے اور لوگوں کے دلوں میں بسیرا تلاش کر رہی ہے۔ سرکار کے لیے سچائی آگ اور تلوار کی طرح ہے۔ وہ اسے قبول نہیں کر سکتی۔ سچائی انہیں قتل کر دے گی، انہیں جلا ڈالے گی! تمہارے لیے سچائی بہترین دوست ہے لیکن ان کے لیے بدترین دشمن۔ اس لیے وہ چھپ کر ساری دھرتی کا چکر لگا رہی ہے۔!''

میرا بیٹا

اس نے ماں کا بازو پکڑا اور ایک بار پھر ٹہلنے لگی۔

''میرا بھی ایک بیٹا ہے۔ تیرہ برس کا ہوگیا۔ لیکن اپنے باپ کے پاس رہتا ہے۔ میرا شوہر نائب وکیل سرکار ہے اور بچہ — اُسی کے ساتھ ہے۔ وہ کیا بنے گا؟ میں اکثر اُسی کے متعلق سوچتی ہوں۔'' اُس کی آواز بھرّا گئی۔

ایک منٹ کے بعد اُس نے آہستہ آہستہ کچھ سوچ سوچ کر کہنا شروع کیا۔ ''ایسا شخص اسے پال پوس رہا ہے جو ان لوگوں کا جانا بوجھا دشمن ہے، جن سے میں محبت کرتی ہوں، جنہیں میں دنیا کا بہترین انسان سمجھتی ہوں۔ ممکن ہے میرا بیٹا بھی میرا دشمن ہو جائے۔ وہ میرے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ میں ایک دوسرے نام سے رہ رہی ہوں۔ آٹھ برس سے اُسے نہیں دیکھا۔ آٹھ برس! کتنا لمبا عرصہ!''

وہ کھڑکی کے پاس جا کر رُک گئی اور باہر دھندلے آسمان کو دیکھنے لگی۔ ''اگر میرے ساتھ رہتا تو مجھے تقویت ملتی۔ دل میں ہر وقت یہ ناسور تکلیف نہ دیتا۔ اگر مر جاتا تب بھی مجھے کچھ سکون ملتا!''

''آہ بیچاری!'' ماں نے سسکی لی۔ اس کا دل لدمیلا کے لیے رحم کے جذبے سے پھٹا جا رہا تھا۔ ''تم خوش قسمت ہو!'' لدمیلا نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ کتنا اچھا ہے۔ ماں اور بیٹا ایک ساتھ۔ بہت کم ہوتا ہے ایسا!''

وہ ضرور روشنی کریں گے

ماں لدمیلا کی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر بہت ہی دھیمے لہجے میں باتیں کرتی گئی جیسے خود ہی اپنے الفاظ پر غور کر رہی ہو۔ "ہمارے بچے دھرتی پر قدم بڑھائے آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے۔ ہمارے بچے دھرتی پر قدم بڑھاتے جا رہے ہیں۔ ساری دھرتی پر، ہر طرف سے، ایک ہی منزل کی طرف۔ ان کے دل پاکیزہ ہیں۔ اُن کے ذہن منور ہیں، اور وہ لوگ بدی کے خلاف قدم جمائے جھوٹ کو پیروں تلے روندتے آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ وہ جوان ہیں، صحت مند ہیں، طاقت ور ہیں اور ساری قوت ایک ہی مقصد کے حصول میں صرف کر رہے ہیں۔ انصاف! وہ آگے بڑھتے جا رہے ہیں تاکہ انسانی دُکھ پر فتح حاصل کرلیں۔ انہوں نے صفیں باندھ لی ہیں تاکہ تمام بدبختیوں کو نیست و نابود کر دیں۔ بدصورتی کو دنیا سے ختم کر دیں۔ اور اس میں کس کو شک ہے کہ فتح ان ہی کی ہوگی! ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا تھا کہ ہم ایک نئے آفتاب کو روشن کریں گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور روشنی کریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ سارے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیں گے۔ اور میں کہتی ہوں وہ یقیناً جوڑیں گے!"

بھولی دعاؤں کے الفاظ اُسے یاد آنے لگے اور اس نے ان میں ایک نیا اعتقاد بھر دیا۔ الفاظ اس کے دل سے چنگاریوں کی طرح نکل رہے تھے۔

"ہمارے بچے صداقت اور عقل کے راستے پر چل رہے ہیں۔ انسانی دلوں کو محبت بخش رہے ہیں، زمین پر ایک نیا آسمان بنا رہے ہیں۔

یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں
ہمت ہو پر کُشا تو حقیقت میں کچھ نہیں
بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں
آیا جو زیرِ پا تو یہی آسماں زمیں
(مرتب)

دھرتی کو ایک نئی آگ دے رہے ہیں۔ روح کی ایک ایسی آگ جو کبھی نہیں بجھ سکتی۔ اس کے شعلوں سے ایک نئی زندگی جنم لے رہی ہے۔ ساری انسانیت کے لیے ہماری محبت اِس زندگی کی تخلیق کر رہی ہے اور کون ہے جو ان شعلوں کو بجھا سکے؟ کون؟ وہ کون سی قوتیں ہیں جو انہیں ختم کر سکیں۔ وہ کون سی قوتیں ہیں جو اُن کی مخالفت کر سکیں؟ وہ زمین کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں اور خود زندگی ان کی فتح کی منتظر ہے۔ خود زندگی منتظر ہے!"

ہم لوگ رفیق ہیں:

ماں کے بڑے سے شفیق چہرے پر ایک لرزش سی دوڑ گئی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور آنکھوں کے اوپر بھنویں اس طرح پھڑک رہی تھیں گویا آنکھوں کی چمک کو پرِ پرواز عطا کر رہی تھیں۔ اُن کی دمک اور ان کی آب و تاب تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔

"صحیح معنوں میں ہم لوگ رفیق ہیں، ہماری روحیں ایک ہیں، سب ایک ہی ماں کی اولاد ہیں جس کا نام صداقت ہے!"

ایک بار پھر وہ جذبات سے مغلوب ہوگئی۔ خاموش ہو کر اس نے گہرا سانس لیا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر، جیسے کسی کی گردن میں باہیں ڈالنے والی ہو، بولی: "اور جب میں یہ لفظ "کامریڈ" کہتی ہوں تو مجھے ان کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔ جیسے سب قدم ملا کر آگے بڑھتے، میرے دل کے اندر چلے آرہے ہیں!"

انسانی برادری کا راج

جب نتاشا نے اپنی بات ختم کرلی تو پاویل کھڑا ہوا: "کیا ہمیں صرف پیٹ بھر روٹی ہی چاہیے؟ نہیں، ایسا نہیں ہے!" اس نے ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے سکون سے کہا: "ان لوگوں کو جو ہماری پیٹھ پر سوار ہیں اور جنہوں نے ہماری آنکھیں بند کر رکھی ہیں، ہمیں یہ بتا دینا چاہیے کہ ہم سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ نہ تو ہم بیوقوف ہیں اور نہ جانور کہ ہمیں اپنا پیٹ بھرنے کے علاوہ اور کچھ چاہیے ہی نہیں۔ ہم ایسی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں جو انسانوں کے شایانِ شان ہو۔ ہمیں اپنے دشمنوں پر یہ ثابت کر دینا چاہیے کہ غلامی کی زندگی جو انہوں نے ہم پر مسلط کر رکھی ہے، ہمیں ذہنی اعتبار سے ان کے برابر ہی نہیں بلکہ ان سے ارفع و اعلیٰ ہونے سے بھی نہیں روک سکتی۔" اس کے الفاظ سنتے ہوئے ماں کے سینے میں غرور انگڑائی لینے لگا۔ وہ کتنی اچھی طرح بول رہا تھا۔ "بہت سے لوگ ہیں جنہیں کھانے کو کافی مل جاتا ہے، مگر ایسے لوگ کم ہیں جو ایماندار ہوں" خوخول نے کہا — "اس غلیظ زندگی کی دلدل کے اوپر ہمیں ایک ایسا پُل تعمیر کرنا ہے جو ہمیں اس مستقبل کی طرف لے جائے جہاں انسانی برادری کا راج ہوگا۔ ہمارے سامنے یہی فریضہ ہے، ساتھیو!" (جاری ہے)

نیوز آف دی ویک

خبر: "چینی کی ملک میں کوئی کمی نہیں۔" (وزیراعظم یوسف رضا گیلانی)

تبصرہ: ملک کے چیف ایگزیکٹو جناب یوسف رضا گیلانی وزیراعظم پاکستان کا ارشادِ گرامی ہے تو غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ بالکل درست ہوگا بلکہ سو فی صد درست ہوگا۔ کوئی عام خام وزیراعظم ہوتا تو شک بھی کیا جا سکتا تھا، ہمارے وزیراعظم تو پیر پیران کی اولاد ہیں۔ ویسے بھی اُن کا فرزندِ ارجمند اتنا ناخلف نہیں ہو سکتا کہ چینی کی خاطر جھوٹ بولے۔ شاہ جی کا منہ تو ہر وقت میٹھا رہتا ہے۔ اُن کے میٹھے بول کی تاب کون لائے گا۔ نواز شریف جیسا لیڈر یوں سر ہلاتا رہتا ہے جیسے اپوزیشن نہ کر رہا ہو داد دے رہا ہو۔ دوراندیش سجادہ نشین وزیراعظم چینی کی کمی نہ ہونے کے باوجود اُسے 125 روپے فی کلو کے نرخ تک اِس لیے لے گئے تھے کہ ذیابیطس کا عالمی دن منایا جانے والا تھا اور ہم دنیا کو بتانا چاہتے تھے کہ ہم عملی لوگ ہیں۔ ہم وافر تعداد میں موجود چینی کو سٹوروں میں بند رکھیں گے تاکہ اِسے ہوا نہ لگے، اور شوگر کے مرض سے اپنے محبوب عوام کو بچایا جا سکے۔ اسی لیے اُن کے شاگرد رشید وزیر خوراک نے کہا تھا کہ چینی اگر مہنگی ہوگئی ہے تو عوام کھانا بند کر دیں۔ درحقیقت پاکستان پیپلز پارٹی آغاز سے ہی غریب پرور جماعت ہے۔ اُنہوں نے چینی روک کر اِس لیے مہنگی کر دی تاکہ ذیابیطس کی بیماری اُن کے ووٹروں کو نہیں بلکہ صرف امیروں کو لگے۔ لہٰذا اُنہوں نے عیدِ قربان سے پہلے ہی خود کو غریبوں پر قربان کر دیا۔ روٹی کپڑا اور مکان کی سیاست زندہ باد

ڈرون قتل عام......مغرب کا ضمیر چیخ اٹھا

ثروت جمال اصمعی

پاکستان میں امریکی جاسوس طیاروں کے ذریعے جاری قتل عام کو بیرونی استعماری طاقتوں کے حضور سر تسلیم خم کیے رکھنے کے عادی پاکستانی حکمرانوں ہی نے نہیں بلکہ شاید پاکستانی قوم کے بڑے حصے نے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کرلیا ہے، مگر اس روز افزوں سفاکانہ کھیل پر خود مغرب کے باضمیر اہل قلم چیخ اٹھے ہیں۔ برطانیہ کے ایک معروف روزنامے سے وابستہ اور امریکی جرائد سمیت دوسرے کئی ممتاز مغربی اخبارات میں چھپنے والے برطانوی صحافی جوہان ہیری (Hari Johann) کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمایئے جو پاکستان میں جاری اس ظلم و درندگی کے خلاف اہل مغرب کو جھنجوڑنے کے لیے انہوں نے اپنے ایک حالیہ کالم میں لکھے ہیں:

''ذرا سوچئے کہ اگر اب سے ایک گھنٹے بعد ایک روبوٹ جہاز آپ کے گھر کے اوپر چھاپا مارے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ اس جہاز میں کوئی پائلٹ نہ ہو۔ اسے ایک جادو کی چھڑی کے ذریعے سات ہزار میل دور پاکستان سے کنٹرول کیا جارہا ہو اور اسے پاکستانی فوج کی طرف سے آپ کو قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہو۔ آپ کی گلی میں واقع سارے گھروں میں اس حملے سے آگ لگ جائے۔ اس کے نتیجے میں آپ کا خاندان اور آپ کے پڑوسی اس طرح بھسم ہوجائیں کہ دفن کرنے کے لیے چند چبائے ہوئے سوختہ لقموں جیسے ملبے کے سوا کچھ باقی نہ بچے۔ اور جب اس کارروائی کے ذمہ داروں سے اس کی وجہ پوچھی جائے تو وہ کوئی تبصرہ کرنے بلکہ یہ ماننے سے بھی انکار کردیں کہ روبوٹ جہاز کا ان سے کوئی تعلق ہے۔ لیکن دوسری طرف وہ پاکستانی اخبارات کو بتائیں کہ اس کارروائی کی وجہ یہ ہے کہ آپ میں سے ایک شخص پاکستان پر حملے کی منصوبہ بندی کررہا ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ انہیں اس کا پتہ کیسے چلا؟ تو وہ کہیں کہ کسی نے ہمیں بتایا ہے۔ وہ کون ہے؟ یہ بات آپ نہیں جانتے جبکہ روبوٹ کے خلاف کوئی اپیل نہیں ہوسکتی۔''

جوہان ہیری مزید لکھتے ہیں ''اب ذرا یہ تصور کیجیے کہ یہ حملے یہاں ختم نہیں ہوتے بلکہ آپ کے ملک میں ہر ہفتے کہیں نہ کہیں جاری ہیں۔ وہ جنازوں، گھریلو ضیافتوں اور بچوں کو جلا کر خاک کررہے ہیں۔ روبوٹ جہازوں کی تعداد ہر ہفتے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ آپ کو پتہ چلتا ہے کہ ان کے نام ''پریڈیٹر'' یا گرم ریپر کے نام پر ''ریپر'' ہیں۔ آپ کتنی بھی وکالت کریں، اس بات کو کتنا بھی واضح کریں کہ آپ ایک امن پسند شہری ہیں اور تمام جھگڑوں سے الگ رہتے ہوئے اپنی زندگی گزار رہے ہیں، مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہ تباہ کن سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ اس صورت میں آپ کیا کریں گے؟ ان حالات میں اگر کچھ لوگ یہ کہنا شروع کردیں کہ پاکستان ایک شرپسند اور ملعون ملک ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اس کے خلاف پرتشدد حملے کیے جائیں، تو کیا اب آپ ان لوگوں کی بات سننا نہیں شروع کردیں گے؟''

ڈرون حملوں کے حوالے سے امریکا کی جگہ پاکستان کو رکھ کر اس برطانوی صحافی نے جتنے موثر انداز میں مغربی ممالک کے لوگوں کو پاکستان کے شہریوں پر گزرنے والی قیامت اور اس کے نتیجے میں ان کے فطری ردعمل کا احساس دلایا ہے، اس کے پیچھے انسانیت دوستی اور انصاف پسندی کے گہرے جذبات کی کارفرمائی صاف محسوس کی جاسکتی ہے۔ ڈرون حملوں میں تیزی خصوصاً پاکستان پر سیلاب کی صورت میں ٹوٹنے والی آسمانی آفت کے بعد بھی اوباما حکومت کی طرف سے ایسی کارروائیوں کا بند نہ ہونا بلکہ مزید بڑھا دیا جانا، متعدد مغربی اہل قلم کے لیے ناقابل برداشت ثابت ہوا ہے اور انہوں نے برملا اس سفاکی اور شقاوت کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ مثلاً ایک معروف امریکی صحافی کرس فلائیڈ (Floyd Chris) پاکستان میں امریکی حکومت کے اس سراسر ناجائز قتل عام کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد آئندہ انتخابات کے حوالے سے امریکی شہریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں ''کیا آپ ایک قاتل کو روکنے کے لیے دوسرے قاتل کی حمایت کریں گے؟-- جس نے بچوں کی خواب گاہوں میں جا گھسنے اور ان کے سروں سے بھیجے نکال دینے کا مشغلہ اختیار کررکھا ہے؟؟؟ آپ کی اس حمایت کی بنیاد کیا ہوگی؟ جواز کیا ہوگا؟ کیا یہ کہ یہ قاتل زیادہ نفیس سوٹ پہنتا ہے؟ زیادہ اچھا گاتا ہے؟ مجالس میں زیادہ مہذب نظر آتا ہے؟ سروں سے نکلے ہوئے بھیجوں کے پاس ایک چھوٹا سا خوبصورت پھول رکھ دیتا ہے؟''

ہمارے قبائلی علاقوں میں روبوٹ جہازوں سے جاری اس قتل عام پر مغرب کے حساس اہل قلم تو تڑپ اٹھے ہیں مگر خود پاکستان کے اندر بے حسی کا مہیب سناٹا طاری ہے۔ ہمارے حکمرانوں، سیاسی رہنماؤں، عوامی حلقوں، علمائے کرام، وکلاء برادری، دانش وروں اور قلم کاروں سب ہی نے عموماً اب اس معاملے میں تقریباً چپ سادھ لی ہے بلکہ حکمرانوں کا رویہ تو احتجاج کے بجائے عملاً مکمل تعاون کا ہے۔ حالانکہ یہ حملے کھلی سفاکی ہیں۔ اس ظلم کے خلاف پوری دنیا میں آواز اٹھانے کے لیے ہمارے پاس نہایت قوی دلائل موجود ہیں۔ مثلاً انسداد دہشت گردی کے ماہر اور امریکی محکمہ خارجہ کے مشیر ڈیوڈ کلکولن (David Kilcullen) نے اعتراف کیا ہے کہ پاکستان میں امریکا کے ڈرون حملوں سے مرنے والوں میں صرف دو فی صد جہادی ہیں جبکہ باقی 98 فی صد نائن الیون کے ہلاک شدگان کی طرح عام معصوم شہری ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''یہ رویہ غیر اخلاقی ہے'' اس کے معکوس نتائج کی نشان دہی وہ اس طرح کرتے ہیں ''ان مرنے والوں میں سے ہر فرد ایک مشتعل خاندان کی نمائندگی کرتا

ہے۔ ایسے خاندانوں سے عسکری تحریک کو مزید رنگروٹ دستیاب ہوتے ہیں۔ ڈرون حملوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو صورت حال خراب تر ہوتی چلی جائے گی۔"

واضح رہے کہ باب وڈورڈز کی کتاب "اوباما کی جنگیں" (Obama's wars) میں انکشاف کیا گیا ہے کہ اگر کسی پاکستانی سے امریکا میں کوئی جہادی کارروائی ہوئی تو امریکی حکومت نے پاکستان کے اندر فوری طور پر 150 اہداف پر حملے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔

یہ انکشاف امریکی وزیر خارجہ مسز کلنٹن کی ان کھلی دھمکیوں کے سے پوری طرح ہم آہنگ ہے جو وہ فیصل شہزاد کے واقعے کے بعد پاکستان کو دے چکی ہیں۔ امریکی حکمرانوں کے رویے سے بظاہر لگتا یہ ہے کہ وہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں کسی بہت بڑی کارروائی کا جواز تراشنے ہی کے لیے ڈرون حملوں کی تعداد مسلسل بڑھا کر پاکستانی شہریوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مغرب کی سامراجی طاقتیں صدیوں سے خطے میں اپنے استعماری عزائم کی تکمیل میں حائل افغانستان اور پاکستان کے ان ناقابل تسخیر قبائل کو تباہ و برباد کردینے اور غیر مؤثر بنادینے کی حسرت ناتمام میں مبتلا ہیں۔

اس حوالے سے اہم دستاویزی حقائق ریکارڈ پر ہیں۔ تاہم اب ڈرون ٹیکنالوجی اور پاکستانی حکمرانوں کے بزدلانہ رویے نے انہیں ان عزائم کی تکمیل کے ایسے مواقع مہیا کردیے ہیں جن کا چند برس پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ خطرناک صورت حال پوری پاکستانی قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اگر ان حملوں کو روکنے کے لیے جن میں مرنے والے 98 فی صد معصوم شہری ہیں، فوری طور پر جرأت مندانہ اقدامات نہ کیے گئے اور اقوام متحدہ سمیت تمام دستیاب عالمی فورموں پر اس معاملے کو اٹھا کر پاکستان کے لیے عالمی حمایت حاصل نہ کی گئی تو اس کا مطلب پاکستان میں عالمی استعمار کے مذموم عزائم کی تکمیل کی راہ ہموار کرنا ہوگا۔ (بشکریہ روزنامہ "جنگ")

بقیہ: تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع......

7۔ مشکوک افراد پر نظر: ملک کے نازک حالات سے تقریباً سبھی واقف ہیں کہ یہاں آئے روز دہشت گردی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اجتماع میں اگرچہ سیکیورٹی کا مناسب انتظام ہوگا لیکن یہ بات واضح ہے کہ جو حفاظت آدمی خود اپنی کرسکتا ہے، دوسرا شخص نہیں کرسکتا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے اردگرد کے ماحول پر عقابی نظر رکھیں اور اپنے سامان کی خود حفاظت کریں۔ اگر کسی مشکوک آدمی پر نظر پڑے تو اس سے غفلت نہ برتیں بلکہ اپنے ذمہ دار افراد کو مطلع کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ یقین رکھیں کہ ہماری اصل محافظ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہی ہماری حفاظت کرنے والا ہے۔

8۔ وقت کی پابندی: اجتماع آپ سے تقاضا کرتا ہے کہ ہر پروگرام میں متعین وقت میں حاضر ہوں اور پروگرام کے اختتام پر ہی اپنی نشست کو چھوڑیں۔ ایسا ممکن ہے کہ اجتماع کے دوران کسی ایسے موضوع کو شروع کردیا جائے جو آپ کی طبیعت پر گراں گزرے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس پروگرام میں شرکت نہ کریں یا غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کریں۔

9۔ منتظمین کی ہدایات پر عمل: تین دن کیسے بسر کرنے ہیں، اس کی پوری تفصیل آپ کو مل ہی جائے گی لیکن ہم اس پروگرام کو اسی صورت بہتر بنا سکتے ہیں، جب ہم اپنے منتظمین اجتماع کی ہدایات پر خوش دلی سے عمل کریں، جیسے اپنی آمد کے وقت تعارفی کارڈ حاصل کرنا، اپنی متعین رہائش گاہ بغیر اجازت کے نہ چھوڑنا اور اسی طرح کی دیگر ہدایات پر عمل کرکے ہی ہم اپنے اجتماع کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔

10۔ اجازت طلبی: اگر ہم کسی ضروری کام کی غرض سے باہر جانا ضروری محسوس کریں تو ہمیں اپنے امیر سے اجازت لیے بغیر نہیں جانا چاہیے۔ امیر اگر کسی مصلحت کی بنا پر آپ کو اجازت نہ بھی دیں تو ناراضی کا اظہار ہرگز نہ کریں بلکہ خوش دلی سے ان کی ہدایات پر عمل کریں۔ اگر ہم بغیر اجازت کے باہر جا رہے ہیں تو یہ عمل ہمیں اور امراء دونوں کو پریشان کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

آخر میں یہ بات ہمارے پیش نظر رہے کہ ہمیں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس نے پرخطر حالات میں بھی ہمیں اقامت دین کی جدوجہد کے لیے اکٹھے کیا اور مختلف رنگ، نسل اور زبان رکھنے والے افراد کو اپنی سکینت کے سائے تلے جگہ عنایت کی۔ ایک مرتبہ پھر یاد رکھیں ہمیں اجتماع کے مقاصد اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہوگا اور خاص کر اجتماع کے پیغام کو ہر جگہ عام کرنا ہوگا۔

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، OPG (Dental) X-Ray اور Lungs Function Tests کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خصوصی پیشکش

صرف -/3000 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ، لاہور

Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85

Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

ڈاکٹر اسرار احمدؒ...... حلقہ ہائے دروسِ قرآنی کی ایک ممتاز شخصیت

قاری محمد عبدالقیوم

عروس البلاد لاہور میں قیام پاکستان سے پہلے جابجا دروس قرآن کے حلقے لگتے تھے۔ ان حلقوں میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا شیرانوالہ گیٹ میں درسِ قرآن ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔ چنانچہ دہلی، لکھنؤ اور دیوبند تک کے علماء یہاں سے دورۂ تفسیر کرنے آتے۔ انہی شخصیات میں دہلی کے مولانا اخلاق حسین قاسمی اور عالم اسلام کی عظیم علمی و ادبی شخصیت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ بھی شامل ہیں۔ مولانا علی میاںؒ نے اس کا تذکرہ 1999ء میں لاہور میں ہونے والے عالمی رابطہ الادب الاسلامی کے اجلاس میں بھی کیا، اور فرمایا کہ میں یہ اعتراف کرنے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ میں نے مولانا لاہوریؒ سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ حضرت لاہوری کے حلقہ سے فیض یاب ہونے والے صرف قدامت پرست علماء ہی نہیں تھے بلکہ جدید طبقہ کی ایک بہت بڑی تعداد بھی اُن کے خوشہ چینوں میں شامل تھی۔ معروف ادبی و علمی شخصیت ڈاکٹر سعید عبداللہؒ کا نام بطور مثال لیا جاسکتا ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے ایک پروفیسر ڈاکٹر لئیق بابری نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ ''راوی'' (مجلہ گورنمنٹ کالج لاہور) میں مولانا کے اس حلقۂ درس قرآن کا تذکرہ کیا ہے۔ جناب لئیق بابری کے مطابق ڈاکٹر نذیر احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور میں درویشانہ رنگ جھلکتا تھا اور ان میں یہ رنگ حضرت لاہوریؒ کے درسِ قرآن میں شمولیت کا نتیجہ تھا۔

قیام پاکستان سے قبل و مابعد لاہور کے دیگر ممتاز حلقہ ہائے دروسِ قرآنی میں مولانا ابوالحسنات قادریؒ (مسجد وزیر خان) مولانا داؤد غزنویؒ (چینیاں والی مسجد) مولانا غلام مرشدؒ (بادشاہی مسجد، نہری مسجد) مولانا فاروقی صاحب (دہلی مسلم ہوٹل، انارکلی) مولانا گل محمد (نیلا گنبد مسجد) اورینٹل کالج کے پروفیسر مولانا کریم بخشؒ (مقدس مسجد پرانی انارکلی) علامہ علاؤالدین صدیقی (مسجد شاہ چراغ)، مفتی عبدالعزیزؒ (مزنگ)، مولانا شہاب الدین (چوبرجی پارک) اور مولانا مودودیؒ (عبدالکریم روڈ، قلعہ گوجر سنگھ) کے حلقہ ہائے دروس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

لاہور کے علاوہ دیگر ممتاز شہروں میں درسِ قرآن کے جو حلقے لگتے تھے ان میں مفتی عبد الواحدؒ (گوجرانوالہ) صوفی عبد الحمید سواتی (گوجرانوالہ)، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ (گکھڑ منڈی)، مولانا عبد اللہ بہلویؒ (شجاع آباد) مولانا قاضی مظہر حسینؒ (چکوال)، مولانا بشیر احمد پسروریؒ خلیفہ حضرت لاہوری (پسرور)، مولانا محمد علی کاندھلوی (سیالکوٹ)، قاضی عبدالطیف (جہلم)، مولانا عنایت اللہ شاہ بخاریؒ (گجرات)، مولانا ذاکر حسینؒ (جھنگ)، اشاعت العلوم کے بانی حکیم عبدالمجید نابیناؒ (فیصل آباد) مولانا مفتی محمد شفیعؒ (سرگودھا)، بانی قاسم العلوم مولانا مفتی محمد شفیعؒ (ملتان)، حافظ محمد عمر (مظفر گڑھ)، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ (راجہ بازارؒ راولپنڈی)، علامہ شمس الحق افغانی (بہاولپور)، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی (خانپور) مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ (حیدر آباد)، مولانا ظلیل احمدؒ برادر مفتی جمیل احمد (سکھر)، مولانا صادق محمدؒ (کراچی)، مولانا احتشام الحق تھانویؒ (ریڈیو پاکستان کراچی) اور حضرت مولانا عطاالمنعم ابوذر بخاریؒ کے دروسِ قرآن خاص طور پر ممتاز اہمیت کے حامل ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت چند حوالوں سے ممتاز ٹھہرتی ہے۔ ایک تو ڈاکٹر صاحب کسی دینی مدرسے کے فارغ التحصیل نہیں بلکہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے گریجویٹ تھے۔ چنانچہ انہوں نے جب رجوع الی القرآن کی دعوت دی تو جدید تعلیم یافتہ حضرات کی ایک بڑی تعداد شریک حلقۂ درس ہوگئی۔ مسجد شہداء اور مسجد خضراء سمن آباد کے دروس اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے ان دروس کے ذریعے اپنے قلب و ذہن کی آبیاری کی۔ دوسرے ڈاکٹر صاحب جدید طبقے کا نمائندہ ضرور تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے ؎

حکمت کو اک گمشدہ لعل سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو

کے مصداق قدامت پرست علماء سے بھی اپنا تعلق استوار رکھا اور استفادہ بھی کیا۔ خود نہ صرف اُن حلقوں میں گئے بلکہ اپنے ہاں بھی مختلف مواقع پر علماء کو مدعو کر کے اُن سے استفادہ کے مواقع فراہم کرتے رہے، اور اس طرح ''مسٹر و ملا'' کی تفریق کو ختم یا کم کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے جدیدیت کی تنگنائے کو ہی اپنی جولاں گاہ نہیں بنایا بلکہ جدید و قدیم کے ''مجمع البحرین'' کی غواصی سے علم و حکمت کے موتی چن کر ساری زندگی لٹاتے رہے۔

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ قدیم و جدید!
(اقبالؒ)

ڈاکٹر صاحب کے جنازے میں ہر طبقہ ہائے فکر کے علماء کی شرکت اُن کی وسعتِ قلبی کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ اُن کے جنازے میں جہاں عوام الناس کی ایک کثیر تعداد اور ہر طبقہ فکر کے ممتاز افراد نے شرکت کی، وہیں مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم مولانا فضل الرحیم، جامعہ اشرفیہ کے اُستاد الحدیث مولانا عبد الرحیم چترالی، جمعیت علمائے اسلام کے مولانا سمیع الحق کے علاوہ علماء و حفاظ و قراء کرام کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔

ٹی وی پروگرام ''الہدیٰ'' کے ذریعے ڈاکٹر صاحب کے درس قرآن کی وسعت پاکستان ہی نہیں بلکہ باہر کے ممالک تک پہنچی۔ بقول اقبال ؎

اس ذرے کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم
یہ ذرہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

غالباً 1992/93ء میں انڈیا میں پاکستانی سفارت خانے سے متعلق ایک خاتون محترمہ ثریا حفیظ الرحمٰن کی ایک تحریر اردو ڈائجسٹ میں شائع ہوئی۔ جس میں انہوں نے بڑی دلچسپ بات نقل کی کہ ایک دفعہ ان کا جانا کسی سکھ گھرانے میں ہوا۔ خواتین خانہ سر پر دوپٹے کی پابند اور پردے پر عمل پیرا تھیں۔ پردے سے اُن کی یہ شیفتگی ڈاکٹر صاحب

کے درس قرآن کا نتیجہ تھی، جسے ٹی وی پر وہ بڑے شوق سے دیکھتی تھیں۔ محترمہ ثریا حفیظ الرحمٰن کے بقول ٹی وی پروگرام ''الہدیٰ'' کی بندش اور ماڈرن پاکستانی خواتین کے ڈاکٹر صاحب کے خلاف مظاہروں پر وہ بہت دل گرفتہ تھیں۔

اللہ اللہ کیا کہہ سکتے ہیں سوائے اس کے کہ ؏ یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود اور ؏ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے! (اقبال)

اس واقعہ سے ڈاکٹر صاحب کے درس قرآن کے اثرات کی ہمہ گیری اور اثر پذیری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جس زمانے میں ڈاکٹر صاحب نے تحریک رجوع الی القرآن کا آغاز کیا اُن دنوں بوجوہ درس قرآن کے حلقے یا تو معدوم یا پھر محدود ہو چکے تھے۔ چنانچہ گورنمنٹ کالج کے تعلیم یافتہ اور K.E کے اس نوجوان گریجویٹ کی دعوت کا اثر تھا کہ درس قرآن کے حلقے پھر سے آباد ہو گئے۔

اُٹھا نہ کامل اس فرقہ زہاد سے کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کا یہ پہلو بھی قابل توجہ اور قابل تقلید ہے کہ انہوں نے دینی خدمت کے لیے اپنے کیریئر کو قربان کر دیا۔ مادیت کی چکاچوند اُن کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر سکی۔ یہ بات اِس زمانے میں بظاہر آسان نظر آتی ہے، لیکن پچاس کی دہائی کے اُس زمانے کا تصور کیجیے، جب میڈیکل کے چند ادارے تھے، اور ڈاکٹر سو بیمار میں ایک انار کا مصداق ہوتا تھا۔ ڈاکٹر اپنی سرکاری ملازمت اور نجی پریکٹس سے کتنا کچھ کما سکتا تھا اور کس قسم کی آسودہ زندگی بسر کر سکتا تھا، اس کا تصور کیجیے تو ڈاکٹر صاحب کی اس قربانی سے دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ کردار کا یہی پہلو تھا جس نے اُن کی گفتار میں اثر ڈال دیا تھا۔ پھر یہ کہ ترغیب و تحریص کے کیسے کیسے جذبے اور کیسی کیسی اُمنگیں نفس میں پیدا ہوتی ہوں گی اور غالب کے بقول جب حالت کچھ اس طرح کی ہوجاتی ہے کہ ؎

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

لیکن ڈاکٹر صاحبؒ اس منزل سے بھی آساں گزر گئے۔ انہوں نے امیری کو تج کر فقیری کو اپنا طریق بنایا اور اسی میں نام کمایا۔

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی باغ آزاد کشمیر کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی باغ کے زیر اہتمام باغ کے نواحی گاؤں کھوٹی کی ایک مقامی مسجد میں تین روزہ تربیتی کورس کا اہتمام کیا گیا۔ اس تربیتی کورس میں تنظیم اسلامی کے مبتدی اور ملتزم رفقاء کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ کھوٹی اور گرد و نواح کے علاقوں سے عوام کی بڑی تعداد نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔ ناظم حلقہ تنظیم اسلامی آزاد کشمیر طاہر سلیم نے رجوع الی القرآن کے حوالے سے تفصیلی خطاب کیا۔ امیر تنظیم اسلامی باغ آزاد کشمیر زراب عباسی کی دعوت پر مرکزی جامع مسجد اہلحدیث باغ میں جناب خالد محمود عباسی نے سورۂ سبا کے حوالے سے خطاب جمعہ کیا۔ اس موقع پر حاضرین کی بڑی تعداد موجود تھی۔ نماز مغرب کے بعد خالد محمود عباسی نے مرکزی جامع مسجد باغ میں درس قرآن دیا۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی کے رفقاء کی بڑی تعداد کے علاوہ باغ کے سرکاری کالجوں اور دیگر اداروں کے سربراہان کی بڑی تعداد، وکلاء، صحافیوں، پروفیسر صاحبان اور طلبہ نے شرکت کی۔ بعد ازاں مقامی امیر زراب عباسی کے گھر رات کے کھانے پر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ خالد محمود عباسی نے حاضرین کے سوالوں کے جوابات دیے۔

(رپورٹ: ضیاب احمد خان)

حلقہ ملاکنڈ کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام

10 اکتوبر 2010ء بروز اتوار صبح 9 بجے تا 12:30 بجے مرکز حلقہ میں ایک دعوتی اور تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں 50 رفقاء اور 45 احباب نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز جناب شوکت اللہ کے درس قرآن سے ہوا۔ جس کا موضوع تھا ''تزکیہ نفس''۔ انہوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کی کہ نفس کو کچلنا مطلوب نہیں بلکہ اس کو کنٹرول کرنا ہے۔ نفس کی تین حالتیں ہیں، نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ نفس امارہ کو قابو کر کے مطمئن نفس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہونے کی تیاری کرنی چاہیے۔

راقم نے اصلاح نفس کے عملی پہلوؤں کی تھوڑی سی وضاحت کی کہ تعلق مع اللہ معاملات کی درستگی، اخلاق حسنہ اور رفقاء کے لیے نظم کی پابندی ایسی باتیں ہیں جن پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔

اس کے بعد امیر حلقہ گل رحمان نے رفقاء و احباب کو خوش آمدید کہتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ طاغوت نے پوری طاقت گلوبلائزیشن کو مستحکم کرنے پر لگا دی ہے، جس کی بنیاد سیکولرازم اور اسلام دشمنی پر ہے۔ یہ ہمارے لیے ایک چیلنج ہے، جس کا مواجہ کرنے کے لیے بھرپور تیاری کی ضرورت ہے۔

امیر حلقہ کے تعارفی کلمات کے بعد فیض الرحمٰن نے شہادت علی الناس کے موضوع پر مؤثر اور مدلل تقریر کی، جسے سامعین نے بہت پسند کیا۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جزیرۃ العرب میں نظام عدل و قسط قائم کر کے اُمت کو نمونہ دکھایا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کو عدل و قسط پر مبنی نظام کی ضرورت ہے۔ یہ نظام صرف اسلامی نظام ہے، جو آسمانی ہدایت پر مبنی ہے۔ اس نظام کے قیام کی جدوجہد جہاں ہمارا فریضہ ہے، وہاں یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت بھی ہے کہ اُسے ظالمانہ نظاموں کے شکنجے سے نجات دلائی جائے۔ لیکن یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ یہ نظام انتخابات کے راستے یا محض تبلیغ سے قائم نہ ہوگا۔ اس کے لیے انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اِس نظام کو نبویؐ طریقہ کار کے تحت ہی قائم کیا جاسکتا ہے۔

آخر میں امیر حلقہ نے سامعین کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا اور نئے عزم کے ساتھ کام کرنے اور غلبۂ دین حق کی راہ میں زیادہ زیادہ اوقات اور صلاحیتیں لگانے پر زور دیا۔ اِس موقع پر سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ رفقاء اور احباب نے سٹال سے کتابیں خریدیں۔ دوپہر کے کھانے پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر استقامت اور مزید کام کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

(مرتب: احسان الودود)

حلقہ پنجاب شرقی کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی کورس

حلقہ پنجاب شرقی کا سہ ماہی تربیتی کورس 31 اکتوبر 2010ء کو مسجد جامع القرآن چوک شہیداں ہیڈ سلیمانکی روڈ حویلی لکھا میں منعقد ہوا، جس میں 15 رفقاء اور 16 احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز ساڑھے نو بجے ہوا۔ سیف الرحمٰن رضا نے درس قرآن دیا۔ درس حدیث قاری یٰسین نے دیا۔ بعد ازاں امیر حلقہ پنجاب شرقی محمد ناصر بھٹی نے انفاق فی سبیل اللہ پر جامع اور مدلل گفتگو کی۔ چائے کے وقفہ میں چائے اور بسکٹس کے ساتھ شرکاء محفل کی تواضع کی گئی۔ اس دوران مختصر تعارف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چائے کے وقفے کے بعد غلام رسول وٹو نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہؓ کی سیرت پر گفتگو کی۔ یہ پروگرام چونکہ مسجد میں منعقد کیا گیا تھا اور مسجد میں ایک تبلیغی جماعت بھی آئی ہوئی تھی، اس لیے خاص طور پر تبلیغی بھائیوں کے لیے فہم دین پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ تبلیغی جماعت سے وابستہ افراد نے فہم دین کے سلسلہ میں بیان خوب غور سے سنا اور سوال و جواب بھی

کیے۔ یہ بیان امیر حلقہ نے کیا۔ نماز ظہر اور کھانے کے وقفے کے بعد اس پروگرام کے حوالے سے شرکاء سے تجاویز اور تاثرات لیے گئے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بابرکت محفل اپنے انجام کو پہنچی۔ یہ نشست تقریباً پانچ گھنٹے پر محیط تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

(مرتب: عابد حسین)

تنظیم اسلامی کراچی حلقہ شمالی و جنوبی کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ

تنظیم اسلامی کراچی حلقہ شمالی و جنوبی کے زیر اہتمام ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکی عدالت کی جانب سے سنائی جانے والی سزا کے خلاف 25 ستمبر کو ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، جس میں رفقاء کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مظاہرہ کے باقاعدہ آغاز سے پہلے عامر خان نے اس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکی عدالت سے سزا کے خلاف تنظیم اسلامی کے رفقاء صحافی برادری اور عوام کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ یہ ایک دینی ذمہ داری کی ادائیگی ہے۔ صحافی برادری بھی اپنی دینی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے ہماری آواز حکمرانوں اور باقی دنیا تک پہنچائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ فیصلہ درحقیقت پوری اُمتِ مسلمہ کے منہ پر طمانچہ ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو اس پر احتجاج کرنا چاہیے۔ اس کے بعد امیر حلقہ کراچی جنوبی انجینئر نوید احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عافیہ صدیقی کو سزا دلانے کے معاملہ میں ہمارے حکمران بھی ملوث ہیں، کیونکہ امریکی سفارت خانہ خود کہہ رہا ہے کہ ہم نے اپریل اور جون میں پاکستان کو پیشکش کی تھی کہ ملزمان کے تبادلہ کا معاہدہ کر کے عافیہ صدیقی کو پاکستان کے حوالہ کیا جا سکتا ہے، مگر پاکستانی حکومت نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ اس سے یہ واضح ہے کہ ہمارے حکمران جب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ عافیہ کی رہائی کی سنجیدہ کوشش کر رہے ہیں تو دراصل وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج ہمیں ایک ابن قاسم کی ضرورت ہے جو قوم کی بیٹی کو ظالموں کے چنگل سے رہائی دلا سکے۔ انجینئر نوید احمد نے کہا کہ آج اگر امت مسلمہ باہم متحد ہوتی، نظام خلافت قائم ہوتا اور مسلم نوجوانوں میں ملی حمیت موجود ہوتی تو دشمنوں کو کبھی یہ جرأت نہ ہوتی کہ وہ ایک مسلمان بیٹی کے ساتھ یہ ظلم روا رکھ سکیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی ذمہ داری ادا کرے اور قوم کی بیٹی کو رہا کرانے کی سنجیدہ کوشش کرے۔

شجاع الدین شیخ نے اپنے خطاب میں کہا کہ عافیہ صدیقی کو سنائی گئی سزا سے امریکہ کا مکروہ چہرہ، جانبدارانہ عدالتی نظام اور مسلم دشمنی دنیا کے سامنے عیاں ہوگئی ہے۔ ہمارے یہ ظالم، فاسق اور لٹیرے حکمران جوا، عیاشی، بدمعاشی کے ذعم میں قوم کی بیٹی کو اپنے اقتدار کی بھینٹ چڑھا دیں، ان سے کچھ بعید نہیں کہ ملک کی آزادی و سلامتی کا بھی سودا کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ حکمرانوں سے قوم کی بیٹی کو واپس لانے کی توقع کیونکر کی جا سکتی ہے جنہوں نے عافیہ کیس میں مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان لوگوں کو یوم حساب سے ڈرنا چاہیے۔ جب ہر شخص اللہ کے سامنے اکیلے پیش ہوگا اور اپنے کیے کا حساب دے گا۔ اُس دن یہ حکمران کیا جواب دیں گے۔ شجاع الدین شیخ نے واضح کیا کہ اگرچہ حکمران بڑے مجرم ہیں، مگر صرف انہی کو برا کہنے سے بات نہیں بنے گی، ہمیں بھی اپنی روش بدلنا ہوگی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سچی توبہ کریں، خود کو بھی بدلیں، اور دوسروں تک بھی یہ دین پہنچائیں اور نظام خلافت قائم کرنے کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالیں۔ پھر دنیا میں کسی بیٹی پر ظلم نہیں ہوگا، کسی ظالم کو یہ ہمت نہیں ہوگی کہ وہ امت مسلمہ کو ترچھی نظر سے دیکھ سکے۔ حافظ نوید احمد کی دُعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس مظاہرہ میں امیر حلقہ کراچی شمالی اظہر ریاض، نائب ناظم اعلیٰ زون جنوبی نسیم الدین کے علاوہ تقریباً 350 رفقاء شریک ہوئے۔ (مرتب: عطاء الرحمن عارف)

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ متوسط شیخ صدیقی اُردو سپیکنگ فیملی کو اپنی نیک سیرت، خوبصورت بیٹی، عمر 27 سال تعلیم ایم بی اے (فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی راولپنڈی) کے لیے نیک سیرت مساوی تعلیم یافتہ برسرِ روزگار دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رجوع کریں۔ برائے رابطہ: 0322-5517406

☆ اوکاڑہ میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹیوں عمر 26 سال، تعلیم ایم اے سپیشل ایجوکیشن، بی ایڈ، PGD-IT، قد 5 فٹ - اور - عمر 24 سال، تعلیم ایم اے انگلش، بی ایڈ، قد "1-'5 کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار نوجوانوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0342-4282262

☆ سیالکوٹ میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم ایم کام برسرِ روزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ دینی کورس کی حامل لڑکی کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ

0321-6254585 - 052-4004399

☆ نوجوان، عمر 27 سال، تعلیم بی اے سرکاری ملازمت کے لیے دینی مزاج کی حامل گریجویٹ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4640680

دعائے مغفرت کی درخواست

تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت اور ندائے خلافت کے ادارہ نگار جناب مرزا ایوب بیگ کے برادر نسبتی افتخار بٹ گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

قارئین اور رفقاء سے بھی مرحوم کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرًا

☆☆☆

تنظیمی اطلاعات

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم گلشن اقبال میں سید مطیع الرحمن امیر مقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم گلشن اقبال کراچی میں تقرر امیر کے لیے نائب ناظم اعلیٰ و حلقہ کی عاملہ سے مشاورت کے بعد موصولہ سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 28 اکتوبر 2010ء میں مشورہ کے بعد سید مطیع الرحمن کو متذکرہ بالا مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

امیر حلقہ مالاکنڈ کے معتمد شاہ وارث کی ذمہ داری میں ردّوبدل

مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 28 اکتوبر 2010ء میں مشورہ کے بعد امیر محترم نے امیر حلقہ مالاکنڈ کے معتمد شاہ وارث صاحب کو متبادل ذمہ داری دیتے ہوئے ان کو مرکزی نائب ناظم نشر و اشاعت محمد نعیم خاں صاحب کا معاون مقرر فرمایا۔ موصوف یکم نومبر 2010ء سے نئی حیثیت میں اپنی یہ ذمہ داری ادا کریں گے۔

"پہلی بیعت"

حاجی عبدالواحد مرحوم کے صاحبزادے قاسم رضوان کا خط جو ندائے خلافت شمارہ 41 میں قاضی عبدالقادر کے شائع ہونے والے خط کے حوالے سے چند وضاحتوں پر مشتمل ہے

محترم مدیر، ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ندائے خلافت کے شمارہ 41، 19تا25 اکتوبر 2010ء میں 'پہلی بیعت' کے عنوان سے مکری قاضی عبدالقادر صاحب کا ایک خط شائع ہوا ہے، جس میں قاضی صاحب نے تصحیح کی ہے کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ہاتھ پر پہلی بیعت کرنے والی ہستی اباجی مرحوم کی تھی۔ 'حق بحق دار رسید' پر ان کا ممنون ہوں۔

اس خط کے حوالے سے چند وضاحتیں پیش کر رہا ہوں۔

1۔ اباجی کوئٹہ سے میٹرک کرنے کے بعد 1917ء میں اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ، لاہور میں داخل ہوئے۔ وہیں ایک نزدیکی بالا خانے میں خواجہ عبدالحی فاروقی مرحوم درس قرآن دیا کرتے تھے، جس میں اباجی ذوق وشوق سے شامل ہوتے رہے۔ خواجہ صاحب کے دروس نے ہی اباجی کی زندگی کا رخ مکمل طور پر قرآن وحدیث کی طرف موڑ دیا، اور اُن کے اندر نفاذ دین اسلام کے حوالے سے ایک انقلابی جذبہ بیدار کر دیا۔

2۔1936ء میں اباجی پہلے حج پر بحری راستے سے گئے۔ وہیں آپ کی ملاقات امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے ہوئی۔ ایک سال وہاں قیام کر کے اور مولانا سندھی کی صحبتوں سے فیضیاب ہو کر اباجی دوسرا حج کر کے واپس لوٹے۔ مولانا دوران گفتگو محبت سے اباجی کو 'ماسٹر' کے لقب سے مخاطب کیا کرتے تھے۔

3۔ اباجی نے ایم اے انگریزی گورنمنٹ کالج لاہور سے 1932ء میں دوران ملازمت (محکمہ تعلیم، کوئٹہ) سے رخصت حاصل کر کے کیا تھا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے اباجی کی زبانی یہ سنا تو فرمایا: حاجی صاحب! اس سال تو میں پیدا ہوا تھا۔

4۔1933ء میں اباجی کافی عرصہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ میں مقیم رہے۔ یہیں آپ نے سید ابوالحسن علی ندویؒ (المعروف فی الرفقاء علی میاں) سے عربی سیکھی اور انہیں انگریزی پڑھائی۔

5۔ جس زمانے میں مولانا مودودیؒ دارالسلام، پٹھان کوٹ، ضلع گورداسپور (بنا کردہ چودھری نیاز علی مرحوم) میں مقیم تھے، ان دنوں اباجی کچھ عرصہ وہاں جا کر ٹھہرے، لیکن دل نہ جما۔ اس کے علاوہ بھی جماعت اسلامی کے حلقوں سے میل ملاقات رہی، مگر بات نہ بنی۔

6۔1939-40ء میں اباجی دینی خدمت کا سُن کر سید ابوالحسن علی ندویؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کی معیت میں بستی نظام الدین دہلی میں مولانا محمد الیاسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی مولانا صاحب سے قریبی ملاقاتیں رہیں۔ جس سے اباجی مولانا اور ان کی تبلیغی دعوت سے بہت متاثر ہوئے اور اس میں بھرپور حصہ تبلیغی جماعتوں کے ساتھ نکلنے کی صورت میں لیتے رہے۔ البتہ بعد میں اباجی تبلیغی جماعت کی حقیقی دعوت سے نہیں بلکہ اکابرین تبلیغ سے مایوس ہو گئے تھے۔

7۔ حضرت مولانا احمد علیؒ سے اباجی تبلیغی جماعت کی تاسیس سے بھی پہلے 1930ء کی دہائی سے وابستہ تھے، اور آپ سے اصلاحی بیعت کی ہوئی تھی۔ ساری زندگی اباجی کا حضرت والا سے گہرا تعلق رہا اور آپ کے خلفاء میں بھی شامل ہوئے۔

8۔ ادارہ اصلاح وتبلیغ، عقب آسٹریلیا مسجد، نزد ریلوے اسٹیشن، لاہور کے تحت 'درس قرآن' کے نام سے سات جلدوں میں قرآن پاک کی مستند، مختصر اور آسان تفسیر شائع ہوئی تھی۔ اس کے مرتبین میں خواجہ عبدالحی فاروقی، حافظ مرغوب احمد توفیق اور حافظ نذر محمد کے ساتھ اباجی بھی شامل تھے۔ یہ تفسیر آج بھی مندرجہ بالا پتہ سے دستیاب ہے۔

9۔ مزید برآں اباجی کا بیعت اصلاح کا تعلق حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری (انڈیا) سے بھی تھا۔ حضرت رائے پوری کی تمام زندگی اباجی کا بڑا گہرا رشتہ آپ سے قائم رہا۔ اباجی سلسلۂ خلفاء میں حضرت والا سے بھی مجاز تھے۔

خط کے آخر میں قاضی صاحب نے جو نوٹ دیا ہے، اس حوالے سے بھی چند ایک نکات پیش ہیں۔

1۔ تبلیغی جماعت کے اکابرین کے ضمن میں جن قاضی عبدالقادر صاحب مرحوم کا ذکر ہے، ان کا تعلق 'جھاوریاں' سے تھا۔ یہ موضع سرگودھا سے ڈھڈیاں جاتے ہوئے راستے میں آتا ہے، جہاں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری مدفون ہیں۔

2۔ آخر میں اباجی کی نظر بہت کمزور ہو گئی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے نابینا ہونے سے بچائے رکھا، اگرچہ دوسرے کے ساتھ کی ضرورت رہتی تھی۔

3۔ اباجی کی نظر زیادہ کمزور ہونے پر ان کی ڈائری لکھنے کا اکثر وبیشتر کام میں ہی سرانجام دیتا تھا، اور ساتھ ساتھ اباجی سے استفادہ بھی جاری رہتا تھا۔

4۔ قاضی عبدالقدر صاحب کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ان کی حسب توقع راقم نے اباجی کی دستیاب ڈائریوں کو کھنگالنے کا کام جاری رکھا ہوا ہے۔ پرانی یادداشتوں اور متعلقہ بزرگوں کے واقعات اور فرمودات کو مرتب کر رہا ہوں۔ منظر عام آنے پر یقیناً یہ خاصے کی چیز ہوگی۔ اس ضمن میں خصوصاً قاضی صاحب اور قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دے۔ (آمین)

آخر میں قاضی صاحب نے حسن ظن سے کام لیتے ہوئے میرے لیے جو ''سکالر'' کا لفظ استعمال کیا ہے، تو اس کی قبولیت کے لیے خدائے بزرگ وبرتر سے دعاگو ہوں۔

احب الصالحین و لست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

والسلام
قاسم رضوان ولد حاجی عبدالواحد مرحوم
قرآن اکیڈمی لاہور

اطلاع

قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آئندہ ہفتے تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع ہے۔ ندائے خلافت کے عملہ کے ارکان اجتماع میں مصروف ہوں گے؛ بنابریں آئندہ شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ (ادارہ)

intellectuals think with a Western mind. Instead of examining the modern thought in the light of the Qur`an and the Sunnah, they examine the Qur`an and the Sunnah in the light of modern thought. And when they find something in the Qur`an or the Sunnah which is not compatible with the modern thought, they resort to calling it a metaphor.

The ruling is not shameful; it is the attitude of our so-called intellectuals who want to amend the word of Allah that is shameful. The modern Western concept of human rights is far from being compatible with Islam. Islam has its own concept of human rights. It affirms that a man is in charge of the institution of the family. It is his responsibility to earn and provide sustenance to his wives and children. The wife does not have any such responsibility. She has been ordered by Allah to obey her husband, as long as he does not order anything against Allah's commands. Islam gives a lot of importance to strengthening the bond of a family, as it is the basic unit of a society, and it is an established fact that no institution can run successfully without unity of command. As the head of the family, Islam allows a husband or a father to take disciplinary action against his wife and children, which includes beating them lightly, and that too, as a last resort, as is clear from the ayah stated earlier and as stated by the Prophet ﷺ in his famous sermon of *Hajj-atul-Wida`*:

> "Fear Allah regarding women, as you have taken them by Allah's trust and have been allowed to have sexual relationship with them by Allah's word. Your right over them is that they do not allow anyone you do not like in your home, and if they do so, (you may) beat them, but not severely. And their right over you is that you provide food and clothing to them."

The Qur`anic ayah and the Prophetic Hadith make it absolutely clear that in extreme cases, a man is allowed to beat his wife and that too in a manner that it does not seriously hurt her.

There is no doubt that Islam came as a liberator of women, but the modern concept of the liberty of women is another form of their enslavement, which Islam came to abolish. Today, the term 'women rights' means forcing women to leave their homes to earn, whereas Islam liberated them from all such burdens and placed the responsibility of their sustenance on the shoulders of their husbands. It liberated them from being objects of sexual gratification, to being mothers under whose feet the Paradise lies, and wives who are home-makers and live in the security of their homes instead of going out and being 'servants' to someone. But liberating women does not mean liberating them from all sorts of responsibilities. Islam makes it obligatory on a wife to obey her husband and if she persistently ignores this responsibility of hers, Islam allows her husband to take disciplinary action.

We ask Allah (SWT) to guide us all to the straight path, keep us steadfast on it, make us true believers in His Book and the Sunnah of His Messenger (SAW), and bless us with His mercy and favour in this life as well as in the eternal life.

ان شاء اللہ العزیز

رفقاءِ تنظیمِ اسلامی کا

کُل پاکستان سالانہ اِجتماع

فردوسی فارم، سادھوکے میں درج ذیل دو حصوں میں منعقد ہو رہا ہے

-1 28،27،26 نومبر

اس اجتماع میں درج ذیل حلقہ جات شرکت کریں گے
ملاکنڈ، پنجاب شمالی ا، آزاد کشمیر، کراچی شمالی، حیدر آباد، گوجرانوالہ، فیصل آباد ا (ٹوبہ و جھنگ)، سرگودھا، بہاولنگر ا، لاہور ا

-2 30،29 نومبر، یکم دسمبر

اس اجتماع میں درج ذیل حلقہ جات شرکت کریں گے
پشاور، پنجاب شمالی اا، پوٹھوہار، کراچی جنوبی، سکھر، بلوچستان، پنجاب جنوبی (بشمول لیہ)، فیصل آباد اا، لاہور اا، بہاولنگر اا

المعلن: ناظم اجتماع محمد جہانگیر
فون دفتر: 35845090-35858212،
موبائل: 0333-4273815، 0332-4353694

Vol:19 Regd. C.P.L NO. 114 No.45

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

Shahram Iqbal

ALLAH'S WORD --- SHAMEFUL?

This is in response to the editorial "Shameful Ruling" published in "The Daily Times" on October 21, 2010. The writer has declared the ruling of the Federal Supreme Court in the UAE regarding allowing a husband or a father to beat his wife or children to be shameful and appalling, and feels that it will bring a bad name and image to the UAE. First of all, let's take a look at the Qur`anic ayah that the writer has referred to and does not want to take literally. It is ayah 34 of Surah An-Nisa:

> "Men are in-charge (protectors and sustainers) of women, because Allah has given precedence to one of them over the other, and because they spend out of their wealth (as *Mahr* and to support their women). So, the righteous women are those who are devoutly obedient, and guard in (the husband's) absence, what Allah would have them guard (i.e. their chastity and their husbands' property). As for those women on whose part you fear disobedience and ill-conduct, admonish them (first), (next) refuse to share their beds, (and last) beat them. But if they obey you, do not seek against them means (of annoyance). Surely, Allah is Most High, Most Great."

The learned writer has taught us a new rule for understanding the Qur`an by asserting that many verses of the Qur`an exist to serve as metaphors and are not to be understood literally. The Muslim scholars over the last fourteen centuries have been unaware of this rule and have been taking the literal meaning of ayahs such as the one referred to above. What would be the meaning of the ayah if it is taken as a metaphor? Everyone will be free to derive any meaning from it. Allah (SWT) has revealed this Book for the guidance of the whole of humanity till the end of this world, and the Book is certainly not in metaphoric language; it calls itself as being *Mubeen* i.e. clear. It does contain some metaphors, but they too are clear in meaning. Furthermore, the writer has asserted that when one encounters contestable issues, it is wise to consider the true message of Islam (instead of taking the literal meaning of ayahs). What does he mean by contestable issues? Does he mean the issues that are not compatible with the modern Western thought? Is he then going to contest Allah's word? Or is he going to call the whole of the Qur`an a metaphor and suggest that the final Word of Allah has no significance other than reciting it for seeking reward in the Hereafter? The writer has mentioned that the ruling has sent the sensitivities of most moderate Muslims reeling. Allah's word is not dependent on the sensitivities of people; it is final and nobody has the right to change it. Moreover, there is no such thing as a 'moderate' Muslim; being a Muslim is being conservative. We, under the influence of modern Western thought, have taken the term 'conservative' as derogatory. Why do we have to prove ourselves to be 'moderate' to those who are extremists to the limit that they do not believe in the one who has created them? When are we going to break the shackles of Western intellectual dominance and revert to the wisdom of the Qur`an and the Sunnah?

It is our misfortune that our so-called